

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224372

UNIVERSAL
LIBRARY

ظلال سلطنت

مرتبہ محمد امین زبیری	قیمت مع محصول ڈاک	پرینٹ ۱۹۱۷ء
نمبر ۶ و ۷	ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۱۸ء	جلد

فہرست مضامین

۴۳-۴۰	(۶) عہد طفولیت میں جسمانی حفظ صحت محمد عظمت الہی صاحب زبیری بی بی (ایڈیٹر)	۳-۱	ت نائی تنزیہ و ترجیح جدة الربیعہ صاحبہ
۴۵-۴۳	(۷) حسنات کا انتخاب مولوی محمد ہادی صاحب	۸-۳	نہ آکرہ و مکالمہ امیر جهان بیگم صاحبہ
۵۰-۴۶	(۸) خانگی صنعت ایڈیٹر	۲۵-۹	لات سیاحت پوزہ و گلبرگہ راس وغیرہ
۶۲-۵۱	(۹) کانفرنس کا صیغہ تعلیم زون ایڈیٹر	۲۲-۲۵	ید ہمایون مرزا صاحب برٹھٹ لا بت اور نمائش
۶۳-۶۲	(۱۰) ایک خیبر جاریہ ایڈیٹر		بی عبد السلام صاحب ندوی مولانا محمد اسماعیل صاحب باغ

فی بابہ بھو پال میں تمام منشی عبد الصمد صاحب طبع کرد و شائع ہوا

مقاصد و قواعد وضوابط

تفصیل

(۱) اس رسالہ کا مقصد خواندین ہند میں اشاعت و ترویج تعلیم اور ان کے لئے مفید و کارآمد معلومات کا فراہم کرنا ہے سیاسی مضامین یا ایسوی مضامین جو خلاف ادب و جیاہوں یا جس کے مذہبی منافرت و تعصب پیدا ہو یا ذاتیات پر مبنی ہوں شائع نہیں کئے جائیں گے۔

(۲) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینہ میں ایک مرتبہ ریاست بہوپال سے شائع

(۳) قیمت سالانہ مع محصول ڈاک سے سہ روپیہ اور ہر حالت میں پیشگی لیجا ونگ

(۴) مضامین کے متعلق تمام خط و کتابت ڈیپوٹری نامہ اور ترسیل زر اور دیگر نامہ پسیا

زنانہ مراسلت قہر کم کی ایڈیٹر بس ظلال السلطان کے نام سے کیجاوے۔

(۵) تمام اصحاب و خواندین سے انتہاس ہو کہ خط و کتابت میں نام و پتہ ضرور درج ہو

تحریر فرمائیں مضمون نگار براہ مہربانی مضامین صاف خط میں اور صفحہ کے ایک کالم پر تحریر فرمائیں مضمون نگار خواندین کا نام اگر اجازت دیا جائیگی تو ظاہر کیا جائیگا ورنہ نہیں۔

(۶) بہترین مضمون نگار خواندین کو ہر سال ۷ اربیع الاول کو جو حضور سرکار عالیہ

فرمانروا بہوپال کی سالگرہ صدینشی کی تاریخ سیدھے ایک تحفہ موسوم بہ سلطانیہ پرائز پیش فرمائیں مضمون کا انتخاب ایڈیٹر کلب کی منتخب کمیٹی کریگی۔

اعلیٰ مضامین پر فی صفحہ ظلال السلطان ۸ روپے لیکچر تک اجرت دیا

مضامین اجرتی کا فیصلہ ایک کمیٹی کریگی جو نہایت قابل اصحاب کے مرکب میں ان طالبان

اناث کے لئے جو ظلال السلطان میں بہ تصدیق لیڈی پرنٹرنٹ یا محلہ اول مضامین

بہترین تین انعام غلہ غلہ غلہ کے مقرر ہیں جو سالانہ تقسیم ہونگے۔

(۷) اگر رسالہ کا کوئی نمبر نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے دس دن کے نام

فرمائیں۔ اسکے بعد تعمیل ناممکن ہے۔

Checked 1965

ظلال السلطان

(علت نہائی تزویج)

تزوید ۱۔ عربی زبان میں تزویج کج کر معنی مرد اور عورت میں تعلقات میان بیوی پیدا کرنے کے ہیں۔

علت عنائی ۲۔ علت غائی اوس مقصود کو کہتے ہیں جس کے لئے کوئی فعل کیا جائے؛ مثلاً زن و شوہر میں نکاح ہوتا ہے اس کا مقصود کیا ہے اس امر سے اس مضمون میں بحث کی جاتی ہے۔

تسکین ۳۔ ایک مقصود نکاح یہ ہے کہ زوجین کو ایک دوسرے سے تسکین ہو۔ جب تعلقات زوجین ہوتے ہیں تو بہت مراتب اس طرح طے ہوتے ہیں کہ محض دوست جواب یا دیگر اقربا سے نہیں ملے ہو سکتے ہیں۔ دیکھو قرآن مجید نمبر ۳۰ سورہ روم نمبر ۲۰ آیت؛ نمبر ۳۳ مسلسل آیت قرآن مجید خدا کی نشانیوں میں سے ہے یہ کہ تم ہی میں سے تمہاری بی بیان پیدا کیں تاکہ تم ان سے تسکین حاصل کرو اور باہم تمہارے محبت اور دوستی پیدا کی؛ تحقیق یہ نشانیاں اوس قوم کے لئے ہیں جو غور کرتی ہیں۔

انات | ۴۔ بعض صفات انات ایسی ہیں جو مردوں میں نہیں پائی جاتی ہیں۔ بلا موجودگی زوجین کے توالد و تناسل نہیں ہو سکتی ہیں۔ لیکن جن کو رحم میں پرورش کرنا اور بعد ولادت دودھ پلانا یہ مادر سے مخصوص ہے۔ پدر بیرونی ضروریات کو مہیا کر سکتا ہے؛ تعلیم اولاد میں اول مادر کو پوری توجہ کرنا چاہئے ورنہ پدر اس قدر تعلیم و تربیت اطفال نہیں کر سکتا ہے جس قدر کہ ایام شیرخواری میں مادر کر سکتی ہے۔ اس ہی طرح سے حفظ صحت کا انتظام بلحاظ حوائج ضروریہ نوم و تغیط؛ اکل و شرب؛ بول و براز یعنی سونا جالگنا؛ کھانا پینا؛ پاخانہ پیشاب کا انتظام ایام رضاعت میں جب قدر مادر کر سکتی ہے اس قدر پدر نہیں کر سکتا ہے۔

قوائے انسانی | ۵۔ باری تعالیٰ نے قوائے انسانی اس قسم کو پہنچائی ہیں کہ بعض امور انات جس عمر کی سے انجام دیتی ہیں وہ ذکر سے بہت دشوار ہیں؛ اکثر امور خانہ داری ایسی ہیں کہ انات اون کو بہت عمدہ طرح سے انجام دیتی ہیں؛ عموماً جنگ یعنی محاربات میں انتظام رسد انات کے سپرد رہی ہیں سہولت ہوتی ہے سلمین زمانہ خلافت راشدہ میں رسد کا انتظام انات کے سپرد کرتے تھے۔

تیمارداری | ۶۔ محاربات میں مجروحین کی تیمارداری عموماً انات باری کرتی ہیں؛ مثلاً جنگ احد میں جب محمد رسول اللہ صلعم اور دیگر اصحاب زخمی ہوئے تو حضرت فاطمہ اور عائشہ اور صفیہ اخت حمزہ علیہم الصلوٰۃ والسلام تیمارداری اور تجہیز و تکفین کے لئے میدان جنگ میں تشریف لائیں؛ اس سے واضح ہے کہ ذکور و انات پر لازم ہے کہ بلحاظ اپنی خلقت کے جو امور انجام دے سکیں اون کو پورا کر کے ایک دوسرے کو طمانیت بخشتا چاہئے۔

تعلقات زوجین |۔۔۔ بلحاظ اختلاف قومی کے باری تعالیٰ نے تعلقات زن و شوہر کو باحسن و جوہ واضح فرمایا ہے ؛ دیکھو سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۲۸ مسلسل آیت نمبر ۲۳۔ اور واسطے انات کی ہے مانند اوس کے جو اوپر اُن کے ہے ساتھ اچھی طرح کے اور واسطے مرد و زن کے اوپر انات کے ایک درجہ واضح ہے کہ اگر کسی جلسہ میں ایک عورت اور ایک مرد ہو اور اتفاق رائے ہو تو کوئی دشواری لاحق نہیں ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر اختلاف آراء ہو تو بجز اسکے کہ ایک راجے کو فوقیت دیجائے کوئی چارہ کار نہیں رہتا ہے ؛ اس سبب سے باری تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بامین زوجین محبت اور ارتباط رہے اور اختلاف آراء باعث رنجش نہ ہو اس سبب سے مرد کی رائے کو فوقیت دیجائے۔ اس سے ذکر کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ہماری رائے احسن ہے بلکہ اپنے احباب کی مشورہ سے اوس کے حسن و قبح پر باسانی عبور حاصل کر سکتی ہیں ؛

ساجدۃ الرب
نبت محمد نظام الدین حسن

ایک بہن بھائی کا علمی مذاکرہ و مکالمہ

خلیل اور زبیدہ ایک شریف اور ذی علم خاندان کے دو بچے ہیں۔ اور آپس میں حقیقی بہن بھائی ہیں۔ زبیدہ سولہ سترہ سال کی لڑکی ہے اور نہایت فہمیدہ ہنسند۔ ذی علم اور شائستہ ہے۔

اُس نے اردو و فارسی کی اچھی تعلیم حاصل کی ہے۔ اور فارسی کی اکثر درسی کتابوں پر اوسکی نظر ہے۔ خلیل بارہ تیرہ سال کا لڑکا ہے۔ ہوشیار اور ذی شعور ہے۔

اور کینڈا ٹل میں تعلیم پاتا ہے۔

دونوں بہن بھائیوں میں بہت سلوک و محبت ہے۔ یہ دونوں ہمیشہ شب کے وقت کھانے سے فارغ ہو کر کمرہ میں بیٹھ جاتے ہیں اور ادھر ادھر کی دھپ باتیں کیا کرتے ہیں۔ ایک دن حسب معمول یہ دونوں پاس بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ ایک ایک خلیل کو اپنا دن کا پڑھا ہوا سبق یاد آیا۔ اور اس نے یہ اشعار پڑھے۔

چو دخلت نیست خج آہستہ تر کن بد کہ می گویند ملا جان سرودے
اگر باران بکوہستان نہ بارد بد بسا لی دجلہ گرد خشک رودے
اور زبیدہ سے یہ سوال کیا۔

خلیل۔ آپا جان آپ نے سنا میں نے کیا پڑھا۔ اسکے معنی اور مطلب بتائی
زبیدہ۔ کیا خوب سبحان اللہ! ابھی سے آپ ایسے فاضل ہو گئے کہ ہمارا
امتحان لیا جاتا ہے۔

خلیل۔ آپا باتوں میں نہ ٹالنے اگر آپ کچھ جانتی ہیں تو بتائیے۔
زبیدہ۔ بھائی بیگلستان کے شعر ہیں۔ جو حضرت سعدی شیرازی نے ایک
فضول خرچ اور بدچلن شہزادے کی حکایت میں بکھر بکھر فرمائے ہیں۔ اچھا اوتا
پتہ تو میں نے دیا ہے۔ اب تم بتاؤ کہ قمار سے ماسٹر صاحب نے ان شعروں کا
کیا مطلب و معنی بتائے ہیں۔

خلیل۔ آپا جان۔ ماسٹر صاحب نے تو محض لفظی معنی بتائے ہیں مطلب کچھ
بھی نہیں۔

زبیدہ۔ ہاں بھائی آج کل مدرسوں میں استاد بچوں کو طوطے کی طرح
کتابیں پڑھا دیتے ہیں۔ مطلب نداد۔ اور اسی لئے طالب علم بزرگان سلف کے

معنی خیر مقولے اور پسند و نصائح کی باتوں سے بالکل محروم رہتے ہیں۔
بھائی معنی تو اس قطعہ کے کم و بیش وہی ہیں جو تفسیر کے ہیں۔ لیکن خیر
میں ہی کئے دیتی ہوں۔ (ترجمہ)

جب تیرے پاس آمدنی نہیں ہے۔ تو تو اپنے مال کو تھوڑا تھوڑا کر کے
صرف کر۔ کیونکہ ملاح ہمیشہ یہ گیت گایا کرتے ہیں کہ اگر پہاڑوں پر بارش نہ تو
دریا سے دجلہ ایک سال میں بالکل خشک ہو جائے، اچھا سیان یہ تو بتاؤ
متمار سے ماسٹر نے یہ بھی بتایا کہ دجلہ کیا چیز ہے۔

خلیل۔ آپا۔ یہ تو انھوں نے نہیں بتلایا۔

زمبیدہ۔ وہ بھائی وہ۔ اچھا پڑا۔ کیا تمکو جعفر افیہ نہیں پڑایا جاتا۔ میان
دریا سے دجلہ اور فرات ملک شام کو دوڑی دریا ہیں جو ملک کا بڑا حصہ سیراب
کرتے ہوئے فلج فارس میں جاگرتے ہیں۔ اب بھائی ان شعروں کا مطلب سنو
حضرت سعدی نے ”گلستان“ کے ساتویں باب میں ایک شہزادہ کی یہ حکایت
تحریر فرمائی ہے کہ اسکو در آستانہ بہت کچھ مال و دولت مل گیا تھا۔ بدقسمتی سے
یہ لڑکا باطنی اور فضول خرچی میں پڑ گیا۔ حضرت سعدی نے اسکو نصیحت فرمائی
کہ بھائی تمکو سوچ سمجھ کر روپیہ صرف کرنا چاہئے۔ ورنہ آخر میں نادار ہو کر پشیمان
خراب ہو گے۔ مگر وہ اسکو محتاج ہو جاؤ گے۔ مگر اس بد نصیب شہزادہ نے ایسے
حکیم کامل کی نصیحت کو کچھ نہیں سنا اور کہا کہ حضرت روپیہ تو خرچ کر ہی کر لے
ہے۔ قصہ مختصر اس شہزادے نے تمام مال و دولت برباد کر دیا۔ اور روٹی کو
محتاج ہو گیا۔ پھر حضرت سعدی نے دوبارہ اسکو نہایت نفیلیل اور ناداری کی حالت
میں دیکھا۔ میان یہ اشعار حکمت سے لبریز ہیں۔ اور ان پر انسان کی بہبودی اور
منہر ہے۔ جو لوگ فضول خرچ اور سرفروں ہیں۔ وہ نہایت ہی نا عاقبت اندیش ہو رہے ہیں

اور اولنکا انجام بخیر تباہی اور ذلت خواری کچھ نہیں ہوتا۔ اس بلا میں جہاننگ
دیکھا جاتا ہے ہمارے مسلمان بھائی زیادہ تر مبتلا ہیں۔ دہلی اور لکھنؤ کو بڑی بڑ
امرا جاگیردار اور تعلقہ داران فضول خرچین سے ہی نان شبینہ کو محتاج ہو کر
مر گئے۔ دو ایک قصے تو حال کے مین نے بھی سنے ہیں۔

کہتے ہیں کہ دہلی میں ایک ہندو کمہار تھا۔ جو اپنے بچا کر تاتھا۔ اس نے
بہت سا روپیہ جمع کیا جو راشتاً اوسکے ایک بیٹے کو پہنچا۔ یہ صاحبزادے
چند بد معاشوں کے ہتے (ہاتھ) چڑھ گئے۔ اور ان لوگوں نے اوس کو نیا
نواب بنا دیا۔ دو اسپہ گارڈی کے بغیر تو راستہ نہیں چلتا تھا۔ اور دن رات
جلسے اور میلے تماشے علحدہ رہے۔ یہاں تک کہ تھوڑے سے ہی دنوں میں
وہ روپیہ جو اوسکے باپ نے بڑی محنت سے پیسہ پیسہ کر کے جوڑا تھا انتشار
کی طرح اوڑا دیا۔ اور پھر آخرین نہایت خواری اور ذلت کی حالت میں
کمہار کا کمہار رہ گیا۔ اسی طرح دہلی کے ایک اور امیر زادے جنکے باپ نے
ایک لاکھ کی جائیداد چھوڑی تھی۔ ان کا ایک ہوٹل ستر ستر ہزار کی قیمت کا
تھا۔ میان صاحب کو بچوں کے ختم کرنے کی سوچی۔ یہ ہوٹل شاید پچاس
ہزار میں فروخت کر دیا اور دس پندرہ روز تک خوب جلسے دعوتیں اور
ناچ رنگ ہمتے رہے۔ فضول خرچی کا یہ نتیجہ ہوا کہ ایک نہایت قیمتی جائیداد
تلف ہو گئی۔ بجائے اسکے کہ وہ اور اون کے بچے ہمیشہ ایک امیرانہ زندگی
بسر کرتے اور قومی خدمات سر انجام دیتے۔ خود تقریباً مفلس ہو گئے۔ اور
اولاد کے لئے تو شاید ہی کچھ چھوڑیں۔

”اگر تنگدستی نہ داری شکیبہ نگہدار وقت فراخی حبیب“
خلیل۔ آپا جان۔ روپیہ کا لطف تو یہی ہے کہ دے لے اور خوب کھاؤ اور آئے

زبیدہ۔ میان بڑے بیوقوف ہو۔ اتنے قصے سنا کے مگر تم وہی تیر کی
ایک ٹانگٹے بھائی موقع اور محل کے خرچ اچھے ہوتے ہیں لینا دینا بھی اہ راگا
اچھا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے لئے بھی کل مال میں سے چالیسواں
حصہ دینے کے لئے حکم دیا ہے۔ اگر انسان سلامت روی سحر کام لے تو
وہ خیرات بھی کر سکتا ہے عزیز و اقارب یتیمی مساکین۔ اور مسافروں کو بھی دیکھتا
جب ایک پائی بھی پاس نہ ہوگی تو کیسی خیرات اور کیسا ثواب۔ بھائی قرآن
پاک میں اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ان المبذرين كانوا اخوان الشياطين
كلوا واشربوا ولا تنسوا ان الله لا يحب المفسدين کہانے پینے سے کوئی
نہیں منع کرتا۔ اچھا کھاؤ اچھا پیو۔ خیرات کرو۔ فضول خرچی اور بد رسومات سب کچھ
ہم لوگوں کو خیرات کا تو بالکل خیال ہی نہیں۔ نام و نشان پر اپنے آپکو تباہ
کر ڈالتے ہیں۔ شادیوں۔ زچہ خانوں میں طرح طرح کی فضول خرچیاں رکھی ہیں
گھر میں ڈومنیناں گاتی ہیں اور باہر ناچ رنگ اور محفلیں ہوتی ہیں۔ علیٰ ہذا
مرنے پر سوم۔ دسواں۔ بیسواں۔ چھینہ۔ اور چالیسواں اور برسی پر صد ہار و پیہ
صرف کیا جاتا ہے۔ بجائے ماتم کے شادی کا گھر معلوم ہوتا ہے۔ صد ہا مہمان جمع
ہوتے ہیں۔ خوب زردہ بریانی پکتے ہیں۔ ”مردہ دوزخ میں جائے یا جنت میں
لوگوں کو اپنے طوے مانگے سے کام۔“

خلیل۔ اچھا آپا جان یہ حضرت سعدیؒ کی گون تھے۔

زبیدہ۔ بھائی حضرت سعدی علیہ الرحمۃ شیراز کے باشندے ہیں۔ بہت
بڑے فاضل حکیم۔ اور سیاح تھے۔ انہوں نے فطرت انسانی کا خوب مشاہدہ
کیا ہے۔ انکی تصنیف ”گلستان“ ”بوستان“، ”اور پند نامہ“ (گریہا) بہت
مقبول عام کتابیں ہیں۔ اور کوئی فرد بشر ایسا نہیں ہے جس نے کسی نہ کسی وقت

ان کتابوں کو نہ پڑھا ہو۔ ”گلستان“ تو ایسی مقبول ہوئی ہے کہ یورپ کی اکثر زبانوں میں اسکا ترجمہ ہو چکا ہے ہر شخص اگر تینوں کتابوں کو سمجھ کر پڑھ کر اور ان پر نصوص پر جو حضرتؑ نے فرمائے ہیں عمل کرے تو میرے یقین ہے کہ اوس کو دین و دنیا دونوں درست ہوں گے۔

خلیل۔ آپا جان ایسی حکایت اور سناؤ۔

زبیدہ اب رات بہت آئی ہے میرا دماغ بھی ٹھک گیا۔ کچھ صحت کا سہی خیال رکھنا چاہئے۔ وقت پر کھانا اور وقت پر سونا ان کی فلاح اور عافیت کے لئے بہت ضروری ہے۔ اچھا جاؤ نماز پڑھو۔ میں بھی نماز پڑھتی ہوں نماز پڑھنے کے بعد خلیل بھی سو رہا اور زبیدہ بھی سو رہی +

سربراہ جہان مکیم
از

پیشالہ

حالات سیاحت و پونہ و گلبرگہ و

مدرس و غیرہ

نسط

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو ظفر السلطان ماہ اپریل ۱۹۱۵ء

اسحاق پٹن المعروف بہ دائرہ گچا پٹام والیٹر سے ملحق ہے یہ ایک ضلع ہے
والیٹر اسی کے تحت میں ہے۔ انگریز عہدہ دار شن بچ اور کلکٹر وغیرہ والیٹر میں
مقیم ہیں۔ دفاتر اور کچہریاں سب اسحاق پٹن میں ہیں۔ عہدہ دار ون میں گنتی کہ
چند اشخاص مسلمان ہیں۔ سپرنٹنڈنٹ ڈاکخانہ جات مسٹر اسلم ہین ڈپوٹی سپرنٹنڈنٹ
پولیس مولوی میر کاظم علی صاحب۔ ان دونوں صاحبوں کی بیویوں کا اور محمد سے
دوستانہ ہو گیا تھا۔ علاوہ ان کے ناظم حکم جنکلات مسٹر عبدالقادر۔ دارالحجائین
کے ڈاکٹر اور ایک صاحب عینہ تعلیم میں مسلمان ہیں۔ جو ڈیشل صیفہ میں ایک
بھی مسلمان نہیں ہے اور نہ کوئی مسلمان وکیل ہے حالانکہ دکن کی تعداد بہت ہے
لیکن سب کے سب ہندو۔ ڈسٹرکٹ بورڈ اور مینو سلیٹی کے ممبروں میں کوئی
مسلمان نہیں ہے

اسحاق پٹن ابتدا میں ایک چھوٹی سی بستی تھی حضرت سید محمد اسحاق
مدنی جو اولیائے کبار میں سے تھے یہاں تشریف لائے اور یہیں اول کا وصال ہوا
جسے تقریباً دو سو سال ہوئے ہیں۔ سمندر کے کنارے ایک پہاڑی پر انکا خزار
تشریف ہے جس کے متصل ایک مسجد بھی ہے۔ ان ہی بزرگ کے اسم مبارک سے
نسبت دیکر یہ مقام اسحاق پٹن مشہور ہوا یہ نہ معلوم ہوا کہ حضرت مدنی کی

تشریف آوری سے پہلے یہ مقام کس نام سے مشہور تھا۔ ابتدا میں اسحاق پٹن
 سکر نظام کے مالک مروسہ کا ایک جزو تھا۔ صرف اسحاق پٹن ہی نہیں
 بلکہ وہ کل مقامات جو نارورن سکر (سکر شمالی) کے نام سے اب بھی مشہور ہیں
 اور چند اضلاع پر مشتمل سے یعنی گگنور۔ مچلی پٹام۔ کوکاناڑا وغیرہ۔ یہ سب
 مقامات تلنگانہ میں مشمول ہیں سکر نظام کی جانب سے ایک گورنر گگنور میں
 متعین ہوتا تھا۔ آخری گورنر یا صوبیدار کا نام شیر محمد خان تھا ایسٹ انڈیا کمپنی کو
 یہ مقامات سکر نظام نے عطا فرمائے ان مقامات کی زبان تلنگی ہے۔ بیان کر
 مسلمانوں کی بھی مادری زبان تلنگی سے یوں تو معمولی درجہ کی اردو بولی کچھ بول
 اور سمجھ لیتے ہیں۔ بیان کے ویسی مسلمان اگلے طبقہ کے لوگ ہیں مسلمانوں کی
 تعداد فی صدی دس سے زیادہ نہیں ہے۔ بیان کے ہندو عموماً علما دہ اپنی
 مادری زبان کے انگریزی بھی جانتے ہیں جتنے کہ دوکاندار بھی انگریزی سے
 ناواقف نہیں ہیں۔ بیان کی ہندو عورتیں بھی انگریزی اچھی طرح جانتی ہیں
 علاوہ کم عمر لڑکیوں کے بیس اکیس سالہ عورتیں انگریزی زنا نہ مدد سون میں
 بشوق درس لیتی ہیں۔ ان عورتوں کو موسیقی کا بھی بہت شوق ہے ہارمونیم اور
 فڈل اکثر عورتیں بجاتی ہیں اور موسیقی کے قاعدہ سے گاتی ہیں بیان کی ہندو
 عورتیں جنہوں نے انگریزی تعلیم نہیں پائی سے قدیم رواج کے موافق صرف
 پانچ گز کی ساڑھی باندھتی ہیں اور کوئی کپڑا از قسم شلو کا یا محرم یا چولی وغیرہ
 قطعاً نہیں پہنتی ہیں بلکہ جو کوئی پہن لے تو معیوب سمجھ کر نام دہرتی ہیں۔ جن
 عورتوں نے انگریزی کی تعلیم پائی سے وہ ساری اور جیکٹ پہنتی ہیں۔ بیان
 جو مکانات کرایہ پر ملتے ہیں ان میں تھوڑے سے ضروری فرنیچر بھی رہتے ہیں
 درحالیکہ کسی چیز کی ضرورت ہو تو مالک مکان مہیا کر دیتا ہے۔ بیان کی عام سواری

ایک قسم کی گاڑی سے جو شکرم یا گجراتی کارٹ سے مشابہ ہے اور اس میں ایک ہیل جٹا ہوتا ہے جو نہایت تیز رفتار اور مضبوط و جاندار ہوتا ہے والیٹر کی پہاڑیوں اور نشیب و فراز والی سڑکوں پر تیز رفتار سی کے ساتھ دن بھر میں کئی بار آمد و رفت کرتا انہیں میلون کا حصہ ہے والیٹر اور اسحاق پٹن میں ہر وقت آمد و رفت لوگوں کی رہتی ہے اور یہی ایک ہیل والی گاڑی ہر کس و ناکس کو استعمال میں رہتی ہے اسحاق پٹن میں تین چار فٹن گاڑیاں اور ایک لیڈ لیٹ کرایہ پر چلتی ہے ورنہ ایک ہیل والی گاڑی کا جسے بنڈی کہتے ہیں رواج ہے اس کی جہلیاں چڑھا دینے سے خاصی پردہ دار گاڑی زنا نہ مصرف کی ہو جاتی ہے اسحاق پٹن سے والیٹر کے آخری نشیبی حصہ تک ڈھانی میل طویل ایک سڑک سمندر کے کنارہ کنارہ گئی ہے جسے بیچ روڈ کہتے ہیں اس سڑک کے دونوں جانب کوئی ڈیڑھ میل تک ناریل کے درخت نصب کئے گئے ہیں جان سے ناریل کے درختوں کی قطاریں ختم ہوتی ہیں وہاں سے دونوں جانب شمشاد کے درخت لگائے گئے ہیں۔ ناریل کے ہر ایک درخت میں چالیس چالیس پچاس پچاس ناریل لگتے ہیں یہ سب مینوسپلٹی کی ملک ہیں۔ تاڑک کے درخت بھی بیان کثرت ہیں لیکن ناریل کے درخت ہزاروں ہیں۔ سمندر کا کھارسی پانی اور تیلی زمین ناریل کی نشوونما کے لئے بہت مفید ہے اسبوجہ سے ناریل کثرت اور ارزان ملتے ہیں۔ دو تین پیسہ کو ایک بڑا سا ناریل ملتا ہے۔ خام ناریل کا پانی بشوق لوگ پیتے ہیں خصوصاً گرمیوں میں راہ گیروں کو تشنگی کی جب شدت ہوتی ہے تو دو پیسہ دیکر ایک ناریل کا پانی پی لیتے ہیں۔ ناریل جس قدر خام ہوتا ہے اسی قدر مغز کم ہوتا ہے اور پانی زیادہ ہوتا ہے پانی سرد اور شیریں ہوتا ہے وہاں کو مسلمانوں کی حالت مالی اور تعلیمی دونوں حیثیت سے ابتر ہے مسلمان لڑکیوں کے لئے دو

زنانہ مدرسہ میں چونکہ مسلمانوں کی تعداد کم ہے اس لئے لڑکیوں کی تعداد بھی بہت کم ہے اس پر مستزاد شوق تحصیل علم ندارد۔ مینے دونوں مدرسوں کو جا کر دیکھا تھا۔ ایک معلمہ کو اپنے مکان پر بلوا کر پہلے مدرسوں کی حالت وغیرہ دریافت کر لی تھی مدرسہ نے مدرسوں کو میرے دیکھنے کے لئے ایک روز مقرر کیا اور میرے خیر مقدم کا اہتمام تکلف کے ساتھ کیا تھا جہنڈیوں سے مدرسہ کو آراستہ کیا تھا ایک نظم مدحیہ منظوم کر کے سنائی گئی اور کافور کا بارنجھے پھنایا گیا۔ کافور کی گولیوں کے ہار مختلف قسم کے اسحاق پٹن میں بہت خوبصورت بنائے جاتے ہیں اس پر تکلفانہ سلوک اور بڑتاؤ نے مجھے ایک گونہ متحیر کیا کہ یہ مقام بالکل کورد و بحر بیان کی عورتوں میں اس قسم کا خیال و مذاق کیونکر پیدا ہوا نظم بطریق مسدس ایک معلمہ کی تصنیف تھی۔

میں نے طلباء کا امتحان لیا۔ ان مدرسوں میں ابتدائی اردو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں نہ تو عربی نہ فارسی اور نہ انگریزی اردو کی بھی یہ حالت ہے کہ معمولی الفاظ کے تلفظ صحت کے ساتھ لڑکیاں ادا نہیں کر سکتی ہیں۔

اسحاق پٹن میں بعض صنعتیں نایاب اور لائق قدر ہوتی ہیں مندرجہ ذیل کے لکڑی کے سینک کے اور ٹوڑ ٹوڑ کے یعنی کچھوے کی پیٹھ کی مڈی کے صندوقچے قلمدان، داوات دان، سگرٹ، اور سگار کیس، ایڈیس کوکاسکٹ وغیرہ پرفیل وندان کی نہایت نازک اور باریک جالیوں کا کام قابل دیدناتے ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ ہم کو اپنی دیسی دست کاریوں اور صنعتوں کی مطلق قدر نہیں ہے اسکا بھی علم نہیں ہے کہ کس مقام میں کون سا کام ہوتا ہے کہاں کہاں کیا کیا چیزیں اچھی تیار ہوتی ہیں۔ میں نے وہاں کے بعض کاری گروں کو بہت ترغیب حیدر آباد آنے کی دی تاکہ وہاں کی صنعتیں حیدر آباد میں جاری ہوں

فی اسم پچاس روپیے ماہانہ دینے پر مین تیار تھی لیکن وہ فرقہ ایسا جاہل ہے کہ اس مین کا کوئی شخص آمادہ و رضا مند نہ ہوا اور وجہ حب الوطن تبدیلی کہ گھر چھوڑ کر اتنے فاصلہ پر کون جائے۔ ان دست کاریوں کے کرنے والے وہاں بکثرت مین مگر ایک کارخانہ بہت نامی گرامی ہے جس کو پورپ اور امریکہ کی مختلف ٹائٹس گاہوں سے چٹیس ہڈل یعنی تنغے انعام مین ملے ہیں و حقیقت اس کارخانہ مین کام بہت صفائی سے اور بہروسے کی لائی ہوتا ہے۔ اسحاق پٹن مین ایک باغ بعض خصوصیات کے لحاظ سے لائق تذکرہ ہے۔ اس کو ویلی کارڈن کہتے ہیں یعنی باغ واقع درمیان درہ ہاسے کوہ ایک سمت کو دونوں جانب سے دو پہاڑیوں کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ دوسری سمت دونوں پہاڑیاں ملگئی ہیں درمیانی زمین کی شکل ایک طویل مثلث کی سی ہے جس مین باغ سے عمارتیں بھی وسیع مین کل رقبہ طولا دو میل ہوگا۔ سیوون کے درخت کئی اقسام کے ہیں عمارت کے سامنے چمن اور اقسام کے پھولوں کی کیا ریان ہیں۔ باغ سرسبز و تر و تازہ ہے ایک رانی اس کی مالک ہے جب راجہ زندہ تھا تو اس کو اس باغ سے بہت دلچسپی تھی۔ سنتی مہون کہ وقت باغ کی حالت اور بھی اچھی تھی۔ میر کاظم علی صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے ذریعہ سے باغ دیکھنے کا میرے لئے خاص انتظام کیا گیا تھا چند گھنٹے سپرنٹنڈنٹ نے اور مین نے وہاں گزارے۔ قدرتی طور سے یہ باغ عجیب و غریب باغ ہے علاوہ مسٹر اسلم اور مسٹر کاظم علی کے جن کامین نے اوپر ذکر کیا ہے اور یہی چند مسلمان اور پارسی اور یورپین ستورات سے جو بغرض تبدیل آب و ہوا وہاں آئی ہوئی تھیں مجھے شناسائی ہو گئی تھی ان مین سے اکثر بیبیون نے میری دعوتیں کیں اور مین نے بھی انکی دعوتیں کیں

ایک دن ایک ٹی پارٹی میں لے دی تھی جس میں ہندو پارسی مسلمان اور عیسائی خاتونیں جمع ہوئی تھیں مختلف امور پر آپس میں گفتگو رہی ایک مسلمان بیوی جو کسی حد تک تعلیم یافتہ بھی تھیں علاوہ اردو فارسی کے انگریزی بھی جانتی تھیں بولین کے ہم مسلمانوں میں یہ بہت ہی بڑا رواج ہے کہ بغیر لڑکی کو دکھائی شادی کر دی جاتی ہے لڑکی کی تو آنکھیں بند رہتی ہیں۔ ہاتھ میں موٹی آسے یا سمپ لڑکے کی بھی وہی حالت رہتی ہے دو لہجے لنگڑیسی ہوا مذہبی ہواب اس کی قسمت جیسی لمبا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر گھروں میں شادی کے چند ہی روز کے بعد ناچاتی دنا اتفاقی شروع ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ مرد دوسری شادی کر لیتا ہے۔ میں لمبے کا جواب یہ دیا کہ جن زن و شوہر میں نا اتفاقی ہوتی ہے اس کا سبب ہمارا رواج نہیں ہے بلکہ اتفاقاً یا سقدر ہے۔ ممالک یورپ اور امریکہ میں جہاں پر وہ نہیں ہے مرد و عورت اچھی طرح ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں بلکہ مزاج و مذاق و خیالات وغیرہ کا بھی اندازہ کر لیا فریقین کو موقع ملتا ہے کورٹ شپ کی سیم کی جیسو فریقین کو ایک دوسرے کے جانچنے اور جاننے کا موقع حاصل رہتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ان میں نا اتفاقی ہوتی ہے۔ آئے دن سیکڑوں مقدمے عدالتوں میں طلاق اور جوڈیشل سپریشن (عدالتی مفارقت) کے دائرہ ہوتے رہتے ہیں۔ میرے خیال میں شادی بیاہ ایک قسم کا جوا ہے۔ آپس کے میل جول اور محبت کا باعث فریقین کی خوش قسمتی ہو معترض بیوی تو بالکل چپ ہو گئیں۔ اور حاضرین فی سہ خیال سے اتفاق کیا ڈیڑھ دو گھنٹہ محبت رہی رفت بہت لطف سے گتا۔

والیٹر سے ہم سب مدراس گئے۔ یہاں پہلے سے انتظام کر دیا گیا تھا اس لئے ہوٹل کا آدمی سواریاں لیے اسٹیشن پر موجود تھا اسٹیشن سے

دکٹر یا ہوٹل میں جو بہ مقام کیمر واقع ہے اُسے۔

کیمر مدراس کا ایک محلہ ہے جو صفائی سترائی میں مشہور ہے انگریز اعلیٰ عہدہ داروں کی کوٹھیاں زیادہ تر اسی محلہ میں ہیں وکٹوریہ ہوٹل کا ایک حصہ جو چند کمروں پر مشتمل تھا بہ کراہے لیا تھا پردہ کا انتظام بہت معقول تھا چونکہ ہوٹلوں میں مدراس کے باورچی عموماً غیر مسلم ہوتے ہیں اور مرغیان وغیرہ فوج بین کر سکتے ہیں اس لئے ہمارے آدمی خود کھانا پکاتے تھے۔ مدراس میں چار پانچ روز سے زیادہ رہنے کا ارادہ نہ تھا اس لئے کوئی مکان کرایہ نہ لیا اور ہوٹل میں اتر پڑے مگر مدراس پہنچنے کے دوسرے دن بیرٹر صاحب جب اپنے قدیم دوست آنرہبل مسٹر جسٹس عبدالرحیم جج ہائی کورٹ مدراس سے ملنے گئے تو انہوں نے بالخصوص انکو روک لیا اور بھی بعض احباب کے اصرار اور دعوتوں کی وجہ سے جنکا ذکر آئندہ ایگایا عرصہ قیام طویل ہو گیا۔

مدراس کوئی قدیم شہر نہیں ہے ایسٹ انڈیا کمپنی نے مدراس ۱۶۹۳ء میں اپنا قبضہ کیا اور یہاں ایک تجارتی منڈی قائم کی سن بعد ایک قلعہ سمسی بہ فورٹ سینٹ جارج تعمیر کیا جس میں وقتاً فوقتاً ترمیم و ترقی ہوتی رہی۔ حیدر علی نایک اور اس کے بیٹے ٹیپو سلطان سے اور کمپنی سے برابر لڑائیاں ہوتی رہیں ایک جنگ میں حیدر علی نے کمپنی مذکور کو شکست فاش دی اور کمپنی کے دارالامارہ مدراس میں حیدر علی کی فوج داخل ہو گئی تھی اسوقت فریقین میں مصاحمت ہوئی اس فتحیابی پر مدت العمر حیدر علی کو فخر و ناز رہا۔ سرنگا پٹام کی جنگ میں جبکہ ٹیپو سلطان مارے گئے اور انکا سارا ملک ایسٹ انڈیا کمپنی کے قبضہ میں آیا تو انکے ملک کا بہت بڑا حصہ مدراس پریسیڈنسی میں شامل کیا گیا۔ یہاں کے اصل باشندے ہندو ہیں اور ان

لوگوں نے زبان انگریزی میں خوب ترقی کی ہے اور سرکاری عہدوں پر جہر دیکھو یہی لوگ جن مسلمان عالی خاندان گنتی کے چند گہرائے ہیں اولے طبقہ کے مسلمانوں کی تعداد بھی بہت کم ہے۔

مدرسے کے دیسی باشندے اردی اور تامل زبانیں بولتے ہیں انگریزی بھی عام طور سے سمجھی اور بولی جاتی ہے جس کا سبب یہ ہے کہ انگریزی ہند میں ابتداء میں سے شروع ہوئی تھی اور وہاں کے مسلمان بولتے ہیں ہندوؤں کا کوئی شخص سمجھتا ہو۔ مسلمان جو اردو بولتے ہیں وہ دلی اور کمٹو کی اردو سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتی ہے صحت تائید و تذکرہ کو ملحوظ نہیں رکھنے کے اسوالب و لہجہ بھی وہاں کا وہیں کے لئے مخصوص ہے علاوہ ازیں ”ہے“ کی جگہ ”ہن“ میں کی جگہ ”دین“ جسے کی جگہ ”میرے کو“ ”مجھ کو کی جگہ ”اپن کو“ بولتے ہیں غرض انکار و زمرہ ایک خاص طرح کا ہے۔

مدرسے سمندر کے کنارہ واقع ہونے کی وجہ سے اور نیز بعض خصوصیات کے سبب ایک خوبصورت شہر ہے اور آبادی یہاں کی کشادہ اور دور دورہ و بھمی کی طرح گنجان جن میں ہے شہر کے مختلف حصوں میں سے ایک نہر نکالی گئی ہے اور اس کے عبور اور مرور کے لئے متعدد پل جا بجا بنائے گئے ہیں یہ بھی ایک خصوصیت خوبصورتی کی ہے۔ مگر نہر کے بعض حصے میں بوجہ کثافت بہت عفونت ہے جب ان حصوں پر سے گاڑی گزرتی ہے تو سخت تکلیف ہوتی ہے دماغ پریشان ہو جاتا ہے۔ باوجودیکہ مدرسے سمندر کے کنارہ ہے مگر آب و ہوا یہاں کی قوی نہیں ہے اور یہاں گرمی سردی سب اعتدال سے ہے یہی وجہ ہے کہ لوگ قوی الجذہ نہیں ہیں بلکہ دبیلے پتلے پستہ قامت رنگت بھی عموماً گندمی یا سیاہ۔

شہر میں صفائی بہت کم ہے جدھر دیکھو کوڑا پڑا ہے سڑک میں صاف نہیں نہ باغات صاف۔

مدرسہ میں بعض صنعتیں بہت عمدہ ہوتی ہیں مثلاً چکن کا کام و لائٹی وضع کی مری کے کام میں بہت صفائی اور تزاکرت سے پیل بوٹے نکالتے ہیں نجاری کا کام بہت اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے اقسام اقسام کے فرنیچر میز کرسیاں الماریاں، غسل یوہرین کار یگرون کے مدرسہ کے دیسی نجاریاں کرتے ہیں۔ اعلیٰ ہڈا گاڑیاں بھی ہر قسم کی بروم، لینڈو، فٹن و غیرہ دیسی کارخانوں میں مثل ولایتی کارخانوں کے تیار کی جاتی ہیں خصوصاً مدرسہ حسین کے کارخانہ کی بنی ہوئی گاڑیاں مدرسہ اس کے سمسٹن اینڈ کمپنی کی بنائی ہوئی گاڑیوں کا مقابلہ ہر طرح کرتی ہیں۔ چوپی چیئروں پر کار ونگس کا اور جالی کا کام بید خواہجہ رتی اور صنائی سے کرتے ہیں۔ بید کا کام بھی بہت صاف اور عمدہ ہوتا ہے اور اس میں بڑی صنائی کرتے ہیں۔

مدرسہ کے مسلمان حلوائی باوام کی ٹھاکیاں بہت اچھی بناتے ہیں اور مہنگی میوے ٹھانیوں کی بہت سی صنائی سے بناتے ہیں جن پر وہ کہ اصل میوے کا ہوتا ہے ان کی قیمت معمولی دو روپے سے

مدرسہ پریشی کے مختلف حصوں میں اقسام کی دست کاری نفاست و صنائی سے کیجاتی ہے کلاتوں کے کام کی ساڑیاں دوپٹے وغیرہ مثل بنارس کے تیار ہوتے ہیں۔ اسی طرح چھاپے کا کام بالاپوش اور لحاف فردین وغیرہ مثل لکھنؤ کے چھتی ہیں۔

مدرسہ میں کرایہ کی گاڑیاں ہر قسم کی فٹن، بروم، لینڈو وغیرہ ہر وقت

مٹی میں مگر یہاں ریشما کا بہت رواج ہے۔ عموماً دو پہیے کا ریشما ہوتا ہے بعض تین پہیے کے بھی ہیں۔ ریشما کی وضع کبھی گاڑی کی ہوتی ہے اور بجائے ایک گھوڑے کے ایک آدمی کھینچتا اور چلاتا ہے اور دوڑتا ہوا جاتا ہے۔ راستوں میں سڑکوں پر جا بجا اڑے مقرر ہیں جہاں ریشما کٹرے رستے ہیں۔

مدرس میں اقسام کے بڑے بڑے درخت جن میں اقسام اقسام کی خوشنما پھول بکثرت لگے رہتے ہیں بہت دیکھنے میں آئے۔ اتنے بڑے بڑے پھول اور درخت اور کھین میں لے ٹھین دیکھے اور پھول بھی مختلف رنگ اور مختلف وضع کے اور نہایت خوبصورت۔

مدرس میں بہت سی عمارتیں عظیم الشان سر بفلک میں مخصوصاً ہائیکورٹ کی عمارت وسیع و خوبصورت و مثبتیں جیسی یہاں کو سنے انارک کے اور کسی ہائیکورٹ کی عمارت ایسی نہیں ہے۔ حتیٰ کے گلگتہ کے ہائیکورٹ کی عمارت بھی ایسی نہیں ہے۔

مدرس پہنچنے کے دوسرے دن صبح کو ہم سب پولیس پارک گئے پولیس پارک تفریح گاہ خاص و عام ہے سب سے بڑا باغ سا ہے یہاں کا ہے اس کے ایک حصہ میں حیوانات یعنی چرند و پرند اور درندہ کا ذخیرہ ہے اس لحاظ سے اس کو فیلوجیکل گارڈن کہہ سکتے ہیں۔ ہند میں سب سے بڑا فیلوجیکل گارڈن کلکتہ کا ہے مگر یہاں بھی اقسام و غذاؤں کے لحاظ سے اچھا خاصہ مجموعہ جانوروں کا ہے۔ خصوصاً چڑیاں اور مرغیاں طرح طرح کی نہایت خوبصورت جن کے پرد و باز و مختلف رنگوں کے ہیں یہاں جمع ہیں داخلہ کی فیس فی کس دو آنے ہے روزانہ صبح کو چہرے بچے سے شام کے چہرے بچے تک یہ جانور خانہ کھلا رہتا ہے۔

میلس پارک سے واپسی پر وکٹوریہ میوریل کنکریل سٹیٹوٹ گئو اس میں تمام جنوبی ہند خصوصاً مدراس پریسیڈنسی کی دست کاری و صناعی کی چیزیں جمع کی جاتی ہیں اور عمدہ قرینہ سے سجائی جاتی ہیں۔ یہاں کی ترکیب اور سجاوٹ وغیرہ مثل نمائش گاہ کے ہے۔ مکان بھی وسیع اور خوبصورت صاف اور ستراسے داخلہ کی کوئی فیس نہیں ہے ہر شخص جا کر دیکھ سکتا ہے۔ قیمت ہر چیز پر لکھی رہتی ہے۔ اقسام کے کپڑوں کا بڑا ذخیرہ ہے ریشمی اور کلاتون کے کام کی ساڑیاں دوپٹے وغیرہ چمپے ہوئے لحاف اور بالاپوش کی فردین رنگ برنگ کی اسحاق پٹن کی دستکاری کی چیزیں سندل اور سینک اور فیل وندان کے کام کی بافراط جمع ہیں چوبی دستکاری کی چیزیں بھی مثل تپائی اور میز وغیرہ جس میں جالی کا مشبک کام کیا ہوا ہوتا ہے یہاں جمع ہیں۔

مدراس ہینچمن کے چوتھے روز میوزیم یعنی عجائب گھر دیکھنے گئے ایک ہی صحن میں دو عمارتیں ہیں جن میں غیر ذمی روح حیوانات کا جمادات و نباتات کا بیوی اور لگی اشیا کا اجناس وغیرہ کا ذخیرہ ہے گو لمبا و وسعت و نشان عمارت و نیز باعتبار اقسام ذخائر عجائبات عالم کلکتہ کے میوزیم ہاؤس سے اس کو کوئی نسبت نہیں ہے تاہم یہاں کے منتخبات بھی ایک معقول پیمانہ پر ہیں اور مدراس کے سیاحوں کے لئے باعث دلچسپی و خوش گزاری و وقت ہیں۔ زمانہ کے لئے ہر ماہ ایک روز معین ہے ہر ماہ انگریزی کا پہلا ہفتہ جس روز عورتیں میوزیم دیکھنے آتی ہیں پر وہ کا بہت اہتمام کیا جاتا ہے صحن میں ایک سیلا سا لگ جاتا ہے کھلونے اور خور و نوش کی چیزوں کی دوکانیں لگ جاتی ہیں اور سودا عورتیں بچتی ہیں بہت سے خشک نباتات اور غیر ذمی روح حیوانات کی جن کا ذخیرہ ہے تصویریں بھی وہاں ہیں۔

اس اثنائیں مدراس میں ہمارے وارد ہونے کی خبر وہاں کے مقامی
 اخبار مخبر دکن میں چھپی اور شائع ہو گئی تھی اس لئے بیرسٹر صاحب کے اکثر قاصدین
 اور احباب کو ہمارے قیام کی کیفیت جب معلوم ہو گئی تو طے ملا کہ اسے اور
 دعوتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مستر میٹر مظہر الدین صاحب اسٹنٹ پوسٹ ما
جنرل بیرسٹر صاحب کے قدیم دوستوں میں ہیں اور ان کی اہلیہ حیدرآباد کا
 نواب ممتاز یار الدولہ بہادر کی صاحبزادی اور میری کم سنی کی دوست ہیں
 یہ دونوں میان بیوی بھی ہم لوگوں سے ملنے کو آئے اور سخت شکایت اس
 امر کی کی کہ اپنے آنے کی اطلاع ہم لوگوں کو کیوں نہیں دی اور اس پر
 پھر اصرار یہ ہوا کہ ہوٹل کا قیام ترک کر کے ان کے مکان میں ان کی اہلیہ
 کی حیثیت سے رہیں لیکن ہم لوگوں نے ان کی دعوت قبول نہیں کی اور ان کا
 تہ دل سے شکریہ ادا کیا اگر ان کی دعوت قبول کر لیتے تو دوسروں کو شکایت
 محل ہوتا اسی وجہ سے مدراس آنے کی اطلاع بھی پہلے سے کسی کو نہیں دی تھی
 بہر حال مستر اور مسٹر مظہر الدین کو بجا بھلا کر راضی کر لیا کہ اس میں شک نہیں
 کہ ان دونوں میان بیوی کی عنایات اور محبت کی ہم دل سے قدر کرتے ہیں
 ایک شب کو مستر مظہر الدین نے بہت پر تکلف دعوت میری کی اور مستر مظہر الدین
 نے ڈنر بیرسٹر صاحب کو دیا جس میں بہت سے معززین کو مدعو کیا تھا ایک
 روز صبح کو نو دس بجے کے قریب مستر مظہر الدین کے ہمراہ امریکن شین کا زمانہ
 ہسپتال (شفا خانہ) دیکھنے گئی ایڈمی پرنسپل مس کیسل ایم ڈی سے جن کی
 زیر نگرانی یہ شفا خانہ ہے اور مستر مظہر الدین سے دوستانہ ہے اس لئے
 انہوں نے بہت توجہ سے سارا ہسپتال دکھایا مکان بھی عالی شان ہے
 اور مریضوں کے رہنے کا بہت اچھا انتظام و اہتمام ہے اس میں شک نہیں

کہ مریض عورتوں کے لئے بہت آسائش کا مقام ہے پرنسپل صاحبہ بہت
خلیق اور لیسٹ ہیں اور مریضوں کی خاطر داری اور خبر گیری اپنی ذات ہی بھی
کرتی ہیں۔

سنر ابو الحسن الہیہ سنر ابو الحسن بریٹراپٹ لاجو میری مھلی بھاج کی
چچی ہیں اور مرزا محمدی اصفہانی ملک التجار مرحوم سابق کونسل ایران کی
صاحبزادی ہیں حسن اتفاق سے اندون مدراس میں تھیں اور ان کے
خاوند سنر ابو الحسن بھی حیدرآباد سے آئے ہوئے تھے مجھے ملنے کو آئیں اور
مجھے مدعو کیا۔ یکشنبہ کار و دعوت کے لئے مقرر کیا چنانچہ بروز یکشنبہ
چار بجے میرے لئے اپنی گاڑی بھیجی۔ پانچ بجے چار پلائی اور شب کو آٹھ بجے
دسترخوان چنا گیا جو اقسام کے لذیذ نعمتوں سے بھرا تھا۔ صاحب خانے
جو میں پچیس ایرانی بیبیوں کو جن میں زیادہ سنر ابو الحسن کی رشتہ دار تھیں
مجھے ملائے کے لئے مدعو کیا تھا۔ ان بیبیوں سے گو میری پھلی ملاقات تھی
مگر ان کے مزاج بہت ہی سادہ اور خلق مجسم ہیں تکلف نام کو نہیں بہت
بے تکلف صحبت رہی چند گھنٹے بہت ہی لطف سے کئے خان بہادر مرزا عبد الحسن
اصفہانی حال کونسل دولت ایران کی صاحبزادیان سنر ابو الحسن کی حقیقی
چچا زہنین بھی شریک دعوت تھیں ان کو بھی مین نے نہایت ہی خلیق
اور خوش مزاج پایا یہ ایرانی بیبیان بالکل پارسون کا سالیاس پہنتی ہیں
یعنی ساری اور جالی کا کرتا اور اس پر سے بغیر کالر کا جیکٹ نیم آستین زیورات
بھی زیادہ نہیں صرف کالون مین ایرنگ ہاتھوں میں برسلیٹ یا چوڑیاں
اور گلے میں نکلس بعض بیبیان گلو مین بست لڑا بھی پہنتی ہیں اور بالون کو خوبصورت
بناکر اس میں بروج الماس وغیرہ کا لگاتی ہیں۔ یہ مستورات بھی بالکل عجیب ہیں

مگر لباس پارسنون کا پتہ شروع کیا ہے۔ برعکس اس کے آغا خانی خاندان کی خواتین نے جن کو ایک زمانہ ہند میں گزر گیا ہے اور بھٹی و پونہ میں جو پارسنون کا مخزن ہے ہمیشہ اُن کا قیام رہتا ہے لیکن پارسنون کا لباس اختیار نہیں کیا بلکہ خاض وضع کی پوشاک پہنتی ہیں جو ایران کی ایجاد کردہ ہے۔ وہ یہ کہ ڈریسنگ ڈگون کی طرح لباس ہوتا ہے اور بوڈی و اسکرٹ ملا ہوتا ہے جس میں طرح بہ طرح کے کشیدہ کا کام کیا ہوا ہوتا ہے پن کر اس پر سے دوپٹہ کریم یا بادلے کا اوڑھ لیتی ہیں۔ یہ لباس ہمہ وجہ ستر پوش اور خوبصورت ہوتا ہے۔ اصفہانی خاندان کی بیبیاں بھی کبھی یہ نو ایجاد لباس زیب تن کرتی ہیں اور کبھی پارسنون کا۔

اسی شب کو مسز علی اکبر اصفہانی اور مسز ہاشم اصفہانی فی جو مسز ابو الحسن کی بھانجی ہیں مجھ سے کہہ کر کہ کل دو بجے کا وقت زمانہ مسلم گرس اسکول اور پرسونیشن اسکول دیکھنے کے لئے مقرر ہوئے آپ اُس وقت تیار رہیں تم اگر آپ کو لے جائیں گے۔ چنانچہ دوسرے دن حسب قرار وادیہ دونوں بیبیاں مع مسز ابو الحسن میرے قیام گاہ پر بوقت معینہ آکر مجھے زنانہ مدرسہ دکھانے لے گئیں۔ اس اسکول کو دیکھ کر میں بہت خوش ہوئی دوسو مسلمان لڑکیاں تعلیم پاتی ہیں عقاید مذہبی کی تعلیم بھی اچھی طرح دی جاتی ہے قرآن مجید کا درس ہوتا ہے اور ناز پڑھائی جاتی ہے سلائی کا کام انواع و اقسام کا بتلایا جاتا ہے۔ یہ اسکول پونہ کے مسلم گرس اسکول سے بدرجہا اچھی حالت میں ہے طلبہ کی تعداد کے لحاظ سے اور نیز تعلیم کے اعتبار سے صرف مسلمان لڑکیاں درس پاتی ہیں طلبہ سے فیس مطلق نہیں لی جاتی ہے۔ منجانب اسکول سواریان مقرر ہیں جو لڑکیوں کو اُن کے گھروں سے

مدرسے لاتی اور واپس لیجاتی ہیں۔ ہر گاڑی کے ہمراہ ایک ماما بھی ہوتی ہے تاوار مسلمان لڑکیوں کی تعلیم کے لئے اس مدرسہ کا وجود ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ مدراس کے مسلمانوں کو گورنمنٹ کا بدل مشکور ہونا چاہئے۔ صدر مدرس نے لڑکیوں سے ڈرل یعنی قواعد کر اکر دکھلائی اور ان لڑکیوں کے ہاتھ کی نکالی ہوئی کشیدہ کی چیزیں مجبورو کھلائیں جو بہت نفاست اور صفائی سے تیار کی گئی تھیں۔ مدرسہ کا مکان بہت عالیشان ہے۔ اردو نظم لڑکیوں کی پڑھ کر سنائی۔

پانچ بجے مدرسہ واپس آئی تو سنر مدلیار کو اپنا منتظر پایا وہ دعوت دینے کے لئے آئی ہوئی تھیں۔ دوسرے روز چار کی دعوت دیکر چلی گئیں اور اُسی وقت مسر عبد الرحیم (یعنی بیگم صاحبہ آنریبل مسٹر جسٹس عبد الرحیم) کے ہاں سے میرے لینے کے لئے موٹر کار آیا۔ میں ان کے ہاں دعوت میں چلی گئی مسر عبد الرحیم عظیم آبادی میں مسر سید علی امام کی پھوپھی زاد بہن ہیں اور اس لئے بیسٹر صاحب کی بھی رشتہ دار ہیں۔ انہوں نے کہا آپ کی سیاحت بہار و بنگالہ کے حالات جو تہذیب میں چھپے تھے ان میں عظیم آباد کو بعض حالات پڑھ کر ہم سب بہت ہنسے تھے خصوصاً وہاں کی دیہاتی زبان کا جو آپ نے چربا گھسیٹا تھا۔

مسر عبد الرحیم بہت ہی خوش خلق اور مہنسا ربی بی بہن خوش بیان بھی ہیں۔ اور عقائد مذہبی کی بہت پابند ہیں بہت محبت سے مجھ سے ملیں جب قرار دے روز شنبہ دن کے دس بجے میں مسر ابو الحسن مسر علی اکبر اصفہانی مسر ہاشم اصفہانی ہم سب ملکر مشن کو نوٹ اسکول گئے۔ یہاں کی صدر مدرسہ بھی ایک نن ہے یعنی تارک الدنیا مسر ہاشم نے میرا تعارف کرایا صدر مدرس نے ہم لوگوں کو

ساتھ لیکر پہلے سب کلاس بتلائے اور تعلیمی نصاب کی حالت کو اس کے بعد بیان کر دیا اور بچائے لگی اور چھوٹے بچوں سے انگریزی نظم گو کر سنائی۔ نہایت خوش الحانی سے بچے گائے اس کے بعد بڑے بچوں سے ڈرل یعنی (قواعد) کروا کر دکھلائی۔ پھر بچوں کے ہاتھ کی سیون ڈرائنگ اور پینٹنگ کی چیزیں دکھلائیں۔ اس مدرسہ میں پورڈنگ بھی ہے غریب بچوں کے لئے پورڈنگ علاحدہ ہے۔ ایک گرجا بھی ہے جس کا اندرونی حصہ بہت ہی آراستہ اور خوبصورتی سے سجایا گیا ہے۔

وہاں سے ایک بچے قیام گاہ پر گئے پھر اگر مسٹر ابو الحسن وغیرہ اپنے گھر گئیں۔ چار بچے مسٹر ڈلیار کے ہاں سے گاڑی میرے اور میرے صاحب کے لئے کو آئی ہم دونوں آدمی چار کی دعوت میں گئے میرے صاحب مردانہ ہیں چلے گئے اور بن زانہ میں گئی بہت تکلف اور فراخ دلی سے رفتہ رفتہ تمام کیا تھا اقسام کے میوے اور میٹھا میاں موجود تھیں مسٹر ڈلیار کو اپنی برادری کی چند بیویوں سے جھگڑا یا تقریباً گھٹنے سوا گھٹنے وہاں رہی واپسی کے وقت عطر پان سے تواضع کی اور پھول کے ہار پہنا کر رخصت کیا مردانہ میں مسٹر ڈلیار نے میرے صاحب کو پھول کے ہار پہنا کر رخصت کیا۔ چھ بچے کے قریب اپنے مسکن پر پہنچے۔ حسب معمول مسٹر مظہر الدین اپنی موٹر پر میرے صاحب لیکر سمندر کی خواہری کے لئے چلے گئے

روز چار شنبہ میرے پیر کو چار بچے مسٹر انصر الدین الہیہ مسٹر انصر الدین مرحوم سابق پریڈیٹنسی عسٹریٹ مدراس انکرا اپنے ہمراہ مجھے لیڈز کلب لے گئیں اس وقت کلب میں چند خاتونیں موجود تھیں باستثناء مسٹر گلن سکرٹری یعنی مقتد کلب کے جو یورپین ہیں باقی سب ہندو تھیں

دور یا قریب معلوم ہوا کہ صرف ایک کن سلمان میں باقی اراکین یا تو پورین لیڈرزمین یا ہندو سنسکرت و نیکیٹ چاہی نے جسکے شوہر عدالت خفیہ کراچی میں مجھے کہا کہ دو سال پیشتر میں نے غریبہ سے کرشمہ چاہی سو ملو کر لے حیدر آباد گئی ہوئی تھی رزیدنسی میں لیڈی سپنے کو ایٹ ہوم میں گئی تھی ہاں میں نے آپ کو دیکھا تھا میں نے کھا دیکھا ہو گا۔ مجھ سے لیڈی سپنے سے ملاقات سے مسروامی ندیم نایدو ایک پیرسٹر کی بیوی ہیں انھوں نے مجھے چاہو خوری کی دعوت دی اور کہا کہ کل پیرسٹریکان پر آنکر میری ساتھ چلو پیچھے میں ڈان سو سعادت کی کہ مجھ کو فرصت نہیں ہے میرا مکان انچوٹے ہیں لوگوں کو ایک سو ڈوکانہیں آتا سوا اڑھی، انگریزی لنگی کو اور کوئی باریک بینی کی تو دوسری روز چنچنبہ کو سنرہو جس کے سہراہ فٹ ایکویریم دیکھو گئی یہ جاندار مچلیوں کا سمندر کی کنارہ ایک مکان چھوٹا طرح طرح کی مچلیاں جمع کی گئی ہیں بالکل عجیبے رنگ قیامت کی مچلیوں کی نما سماہ ہر بعض مچلی کا رنگ سمائی دم اور پر زرد بعض صندلی رنگ کی اور انکھیں آسمانی معلوم ہوتا تھا کہ فیروز جی میں کوئی اہلن کسی پر اقسام کی مچلیوں کے اور کل مثل قلم کی حقیقت یہ کہ ہر مچلی کا اپنی تفصیل و کیفیت شکل و رنگ کی ناممکن ہر انسانی عقل انکو دیکھ کر بالکل دنگ ہو جاتی ہے خدا کی قدرت صنعت کا ظہور ہر پیر صاحب نے کہا کہ انگلستان میں بھی مچلی کی نمائش میں میں نے استفادہ کیا روزگامچلیاں نہیں کچھ تھیں راس میں مچلیوں کا ذخیرہ بالکل نادر و جود ہے۔ رائفہ

اہلیہ پیدہ ہاں کن غریب پیرسٹریکان

عورت اور نمائش

(ماخوذ از الجؤۃ)

عورتوں میں زینت زینت کا جو شوق پایا جاتا ہے، اوسکے پورا کرنے میں اگرچہ مڑون کو بعض اوقات سخت زحمتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مصیبت کا سبب خد مرد ہی ہیں۔ اب ایک طویل زمانہ کی فراولت کے بعد عورت میں شوق ایک فطرتی جذبہ بتگیا ہے جنون انسان کو فطرت اصلہ کی طرف لوٹاتا ہے، اور اس حالت میں بھی عورت زینت سے بے نیاز نہیں ہوتی، ایک مجنونہ عورت

شرم اور حیا کو کوٹ بیٹھتی ہے، سوسائٹی کی قیود سے آزاد ہو جاتی ہے۔ لیکن زیب وزینت کی خواہش اب بھی اس میں موجود رہتی ہے، پاگل خانہ میں متحدہ عورتوں کو دیکھا گیا ہے، کہ بچھے پڑانے کپڑوں سے۔ پھولوں سے پتیوں سے اپنے جسم کی آرائش کرتی ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کا یہ قومی ترین فطری جذبہ ہے۔ زیب وزینت کی یہ خواہش، صرف دو متمذ عورتوں میں نہیں پائی جاتی، بلکہ اس میں امیر و غریب دونوں قسم کی عورتوں کی حالت یکساں ہے، امریکہ میں ایک دو متمذ عورت فی شاہی خاندان کے ایک ممبر کے استقبال کے لئے، دو قسم کے جوڑے تیار کرائی، ایک گلابی، دوسرا سفید، ان دونوں جوڑوں سے اُس کے حسن و جمال پر مختلف اثر پڑتا تھا، اس لئے اوس نے چاہا کہ وہ جوڑہ استعمال کرے جس سے وہ دلفریب ترین صورت میں نمایاں ہو لیکن وہ ایک جوڑے کے کو دوسرے جوڑے پر ترجیح نہ دے سکی، بالآخر اوس نے گلابی پوشاک چنی، اور اپنی ملازم کو سکھا دیا کہ جب تمام مہمان میرے گرد بیٹھ جائیں، تو تم قصداً اس طرح پھسل کر گر پڑنا کہ متارے ہاتھ میں جوڑش (قاب) ہو وہ میرے اوپر گر جائے، چنانچہ نوکر نے عین کھانے کے وقت یہ فرمائش پوری کی، اور اس طرح اس لیڈی کو تمام کپڑے خراب ہو گئے، اب اُس نے بظاہر مجبوراً اور باطن اختیاراً سفید جوڑہ بدلا، اور ایک ہی وقت میں دو مختلف شکل میں نمایاں ہوئی، اور پھلے جوڑے پر جو ہزار گنتی خرچ ہوئی تھی، اس کے خراب ہونے سے اس کے ضائع جانے کا اوسکو کچھ افسوس نہ ہوا، یہ ایک متمذ عورت کا نمائندگی اسراف تھا، لیکن غریب عورتیں، روکھی چھکی روٹی کھا کر اور دوسرے مصارف میں کفایت شعاری برت کر جو رقم زیب وزینت کے سامان کے لئے پس انداز کرتی ہیں، وہ بھی۔

نتائج کے لحاظ سے کچھ دولتمند عورتوں کے اسراف سے کم نہیں ہے۔
 مشاہدات سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت میں زیب و زینت کا یہ شوق
 نہایت قدیم زمانہ سے پایا جاتا ہے، پہاڑوں کے نہایت پرانے غاروں
 میں اس قسم کے زیورات پائے گئے ہیں جو تاریخ کے نہایت ابتدائی
 زمانوں میں وحشی عورتیں استعمال کرتی تھیں، اور جب کہ اس شوق میں وحشی
 عورتیں، گو دنیا گو دانی تھیں، اپنے بدنمادانتوں کو اوکھیر ڈالتی تھیں، نا
 اور کان کو چھدواتی تھیں، تو بیسویں صدی میں حسن و جمال کی افزائش
 کے لئے یورپ میں لیڈیان اپنے اوپر جو زحماتیں برداشت کرتی ہیں، وہ
 بالکل تعجب انگیز نہیں۔

زیب و زینت کا یہ شوق صرف نوجوان عورتوں میں نہیں پایا جاتا،
 بلکہ جو انی سے لیکر بڑھاپے تک موجود رہتا ہے۔

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ پچاس سال کی عورت میں زیب و زینت کا جو
 شوق ہوتا ہے وہی چھوٹی چھوٹی لڑکیوں میں بھی پایا جاتا ہے، چنانچہ
 وہ ہوش سنبھالتے ہی، پچھے پرانے کپڑوں کے جو ٹکڑے پائی ہیں، اونٹلو
 اپنے جسم سے لپیٹی ہیں، اور نہایت خود بینی کے ساتھ اپنی طرف دیکھتی
 ہیں، عورتوں میں زیب و زینت کا جو شوق پایا جاتا ہے، اوس سرخورد
 فکر کے بعد بعض اخلاقی فوائد بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں، اٹلی میں ایک
 جیلر نے دیکھا کہ قیدی عورتیں نہایت عجیب و غریب طریقوں سے اپنے
 چہرے کے رنگین بنانے کے لئے سرخ و سفید رنگ حاصل کرتی ہیں،
 اپنی زبانوں سے جیل کی دیواروں کو چاٹتی ہیں، اور اس طرح اونچے
 جوچونا نکل پڑتا ہے، اوسکو پوڈر کی طرح استعمال کرتی ہیں، اوس نے

ایک عورت کو دیکھا کہ جیل کے کیرٹون میں جس قدر سرخ دہاگے تھے، اوس سب کو نکال لیا، اور پانی میں بھگو کر اوسکے رنگ سے اپنے چہرے کو ارغوانی بنایا، ان واقعات سے جیل کو معلوم ہوا کہ عورتوں میں زیب و زینت کا شوق شدت سے پایا جاتا ہے، اور اسکے ذریعے سے محرم عورتوں کی اخلاقی اصلاح کی جاسکتی ہے، چنانچہ اوس نے مختلف رنگ کے تین جوڑے تیار کرائے پہلا جوڑہ گاڑے کا تھا اور زرد رنگ میں لگا گیا تھا، عورت جب اول اول جیل میں داخل ہوتی تھی تو اوسے بھی جوڑا پہننا پڑتا تھا، اسکے بعد جب اسکے اخلاق و عادات کسی قدر اچھے ہو جاتی تھے تو اوسکو دھاری دار صوف کا جوڑہ پہنایا جاتا تھا، اب جب اوسکی اخلاقی حالت اور بھی سدھر جاتی تھی، تو اوسکو نہایت خوش قطع خاکی صوف کا جوڑہ پہننے کے لئے ملتا تھا، اور وہ اس شوق میں خود اپنی اخلاقی حالت کے بہتر بنانے کی کوشش کرتی تھی جیسے کہ یہ تجربہ اس قدر کامیاب ہوا کہ چند ہی دنوں کے بعد اکثر قیدی عورتیں اپنی اخلاقی اصلاح کی ترقی کے ساتھ اسی تیسرے جوڑے میں نظر آنے لگیں۔

لیکن زینت کا شوق مرد میں ہو یا عورت میں انسان کی زندگی کا اصلی مقصد نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ مرد اگرچہ عورتوں کے بنا و سنگار سے خوش ہوتے ہیں، لیکن اسی بنا پر اوسکو حقیر بھی سمجھتے ہیں، خود عورتیں بھی یہ نہیں پسند کرتیں کہ اون کے اس شوق کی تعریف و توصیف کی جائے چنانچہ جب عورتیں کسی جگہ جمع ہوتی ہیں تو ہر مکمل طریقہ سے ظاہر کرتی ہیں کہ انکو زیب و زینت کی پرواہ نہیں ہے، لیکن یہ فطری شوق کب چھپ سکتا ہے؟ عین اوس حالت میں جبکہ عورت سیاسی، اجماعی، اور علمی مسائل پر گفتگو کرتی ہے، اور چپٹی ہوئی نگاہ سواپنی

دوسری بہنوں کو دیکھتی بھی جاتی ہے کہ اوسکی پوشاک کا کیا رنگ ہے اور اوسکی ٹوپی کیسی ہے؟ تم ایک شریف عورت کی نوٹ بک اوٹھالو، اوس میں مختلف لکچرون اور مختلف علمی مضامین کے نوٹ پاؤ گے اور اونکو دیکھ کر تمہیں خیال پیدا ہوگا کہ وہ اپنے اوقات کا تمام تر حصہ انہیں مفید کاموں میں صرف کرتی ہوگی اور اوسکو بناؤ سنگار کا وقت نہ ملتا ہوگا، لیکن آفتہ یہ ہے کہ اوسکے اوقات کا بیشتر حصہ زیب زینت کی فکر میں صرف ہوتا ہے۔ ان عورتوں کی مثال بالکل اون شعراء کی سی ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اوس اشعار فی البدیہہ کہے گئے ہیں، لیکن تہ کی باتوں کا پتہ لگایا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشعار سخت کدو کاوش سے کہے گئے ہیں، اور بار بار اونکی اصلاح کی گئی ہے لیکن یہ جھوٹ جسطرح شعراء کے لئے ناپسندیدہ ہے، اوسی طرح عورتوں کے لئے غیر متحسن ہے، اسلئے زیب زینت کی کوششوں کا چھپا ناظرہ کے لئے سزاوار نہیں، کیونکہ اونکی تمام کامیابیوں کا دار مدار اسی شوق پر ہے۔ عورت زیب و زینت کے شوق میں سخت زحمتیں برداشت کرتی ہے۔ چین کی عورتیں اپنی پاؤں کو لوہے کے قصاب میں ڈال کر چوڑا کرتی ہیں اور اسکے بعد مشکل چل بھر سکتی ہیں، جزیرہ ملقا کی عورتیں اپنی گردن کو سٹکچہ میں کھینچتی ہیں کہ وہ بڑا مکر زرافہ (اونٹ کی شکل کا ایک جانور) کی گردن کے برابر ہو جائے جو وہاں خوبصورتی کا اعلیٰ معیار خیال کیا جاتا ہے ٹونس بین جب عورت کی سنگینی ہوتی ہے، تو وہ چاول اور روغنی چیزیں کھاتی ہے تاکہ شادی کے دن تک اسقدر موٹی ہو جائے کہ چلنے پھرنے کے قابل نہ رہے۔

اس زمانہ کی متمدن عورتیں بھی کمر میں نزاکت پیدا کرنے کے لئے

کچھ کم زحمیتیں نہیں برداشت کرتیں، آج جو سینیہ بند ایجاد ہو گئے ہیں، وہ اگرچہ بہت تکلیف دہ نہیں ہیں، لیکن اس سے پہلے عورتیں لمبے کے جو سینیہ بند استعمال کرتی تھیں وہ اون کے جسم کو خون آلود کر دیتے تھے، بہت سے اطباء کا بیان ہے کہ متعدد نازک اندام عورتیں امراض سینیہ میں صرف ان تنگ سینیہ بندوں کی وجہ سے مبتلا ہو جاتی ہیں، تم بہت سی عورتوں کو دیکھو گے کہ وہ نہایت منانت و سکون کے ساتھ تم سے ہنس مہنس کر باتیں کر رہی ہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ ان مصنوعی آلات آرائش میں اس قدر جکڑی ہوئی ہیں کہ اون کے لئے سانس لینا بھی دشوار ہے، لیکن وہ غائب وقار کے ساتھ ان زحمتوں کو صرف اسلئے برداشت کرتی ہیں، کہ اگر وہ مردوں پر ظاہر ہو گئیں تو اس سے اون کو نفرت ہو گی۔

زیب و زینت کے چھپانے کے لئے عورتوں کی یہ قوت برداشت اونکو ضبط نفس و تحمل مشاق کی تعلیم دیتی ہے، جو عورت کا سب سے بڑا وصف خیال کیا جاتا ہے، لیکن زیب و زینت کا صرف یہی فائدہ نہیں ہے، بلکہ اسکا اثر عورت کے عام اخلاق پر نہایت گہرا پڑتا ہے اور اگر نہ تو عورت میں یہ سکون، یہ وقار، یہ ثبات، یہ خوش طبعی اور یہ سوچ نہ پایا جاتا۔

اخلاقی حیثیت سے بعض مرد یہ اعتراض کرتے ہیں، کہ اس شوق فی عورت کو بالکل منافق بنا دیا ہے، وہ ایسے مظاہر میں نمایاں ہوتی ہیں، جنکی حقیقت سر آب سے زیادہ پرفریب ہے، وہ اپنے آپ کو نازک بناتی ہیں، لیکن حقیقت وہ نازک نہیں ہوتی، بلکہ او سکی نزاکت بالکل مصنوعی ہوتی ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ تصنع نفاق سے بالکل مختلف ہے جس طرح کمر کے کسنے سے رفتہ رفتہ کمر حقیقت پتلی ہو جاتی ہے، اسی طرح عورت نمائشی طور پر جو خوش طبعی

جوشاشت اور جو نزاکت ظاہر کرتی ہے، وہ ایک زمانہ کی مشق کو بعد اس کے اخلاق کا اصلی جزو بن جاتی ہے، باغبان پودوں کی ڈالیاں ابتر امین مصنوعی طور پر سیدھی کرتا ہے، لیکن اسکا یہ اثر ہوتا ہے کہ درخت کو بڑے ہونے پر بھی شاخ اسی حالت میں قائم رہتی ہے،

عورت کے شوق آرائش کے متعدد اختقاری اور اخلاقی فوائد اور یہی ہیں، جبکہ غایت مفید اثر تمدنی ترقی پر پڑتا ہے، عورت فطرتاً حسین بننے کا شوق رکھتی ہے، وہ چاہتی ہے کہ اس کا چہرہ روشن ہو، آنکھیں بڑی ہوں، بال لمبے ہوں، قد نازک اور دراز ہو، لیکن قدرت اوسکو اکثر اس عطیہ سے محروم کر دیتی ہے اسلئے اوسکو مجبوراً مصنوعی ذرائع سے اس کمی کو پورا کرنا پڑتا ہے، اور یہی مجبوری ہے، جس نے دنیا کو عمدہ کپڑوں کا بننا سکھایا، اور انسان کو زیب و زینت کے سامان بنانے پر آمادہ کیا، اس بنا پر عورت صنعت و حرفت کی ترقی کا سب سے بڑا ذریعہ بن گئی، زیب و زینت کا یہ شوق صرف عورت کی ذات تک محدود نہیں ہے، بلکہ وہ اپنے ساتھ، اپنے گھر کو، اور گھر کے تمام اثاث البیت کو بھی سامان آرائش میں داخل سمجھتی ہے، اسلئے انکو غایت ترتیب و نظام کے ساتھ رکھنا چاہتی ہے، اس طریقہ سے وہی صنعت و حرفت کو بہت کچھ ترقی ہوئی اور عورت ہی اوسکا سبب بنی، اگر عورت نہ ہوتی تو رنگ برنگ کے یہ حریر کمان سے وجود میں آتے؟ ریشم کے کپڑوں کی پرورش کون کرتا؟ اگر عورتوں کو مردوں سے الگ کر لیا جائے تو ان کے لئے ایک دوات، ایک قلم، اور ایک میز کافی ہوگی، تم خود دیکھ سکتے ہو کہ جس گھر میں عورت نہیں ہے وہ بالکل تاریک ہے، اوسمیں صرف چند کرسیاں ہیں، چند تخت ہیں، چند چائیاں ہیں، اسکے سوا اور کچھ نہیں ہے، لیکن عورت ایک گھر کو روشن کر دیتی ہے، اوسکو

رنگ برنگ پردون سے آراستہ کرتی ہے، اور مختلف سامانوں سے اسکو باغ جنت کا نمونہ بنا دیتی ہے، پس اگر عورت نہوتی تو گھروں میں یہ بوقلمونیاں کہاں سے نظر آئیں، بلکہ وہ بالکل راہبوں کا صومعہ بن جاتے،

صنعت و حرفت کو علاوہ عورت کی اس شوق کا بہت بڑا اثر بھی پڑتا ہے سیکڑوں کتابیں آج نہایت شوق سے پڑھی جاتی ہیں اور ان کا موضوع صرف یہ ہے کہ عورت کے جذبات کو کیونکر اپنی طرف مائل کیا جاسکتا ہے، لوگ نہایت شوق سے عورتوں کے اس قسم کو واقعات کو لکھتے ہیں شوق سوان کتابوں کو خریدتے ہیں، اور شوق پڑھتے ہیں، اس طرح لڑکی کو ترتی ہوتی ہے اگر عورت اور عورت کے دلچسپ واقعات نہ ہوتے، تو ڈراما نویس ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھ جاتے اور تھیٹر میں کی گرم بازاری پر اس پڑ جاتی، تھیٹر میں کا ذکر آگیا ہے تو اخیر میں ایک دلچسپ واقعہ اور سن لینا چاہئے، ایک بار عورتیں تھیٹر میں آئیں تو بڑی بڑی ٹوپیاں پہن کر آئیں، سامنے بیٹھیں تو مردوں کا سامنا رک گیا اور تھیٹر کے اسٹیج کے تمام مناظر نظر نہ آ سکے، مردوں نے معاملہ کو آسان سمجھ کر عورتوں سے ٹوپی اتارنے کی فرمائش کی، لیکن عورتوں کے نزدیک یہ معاملہ اس قدر آسان نہ تھا، کیونکہ عورتیں ہمیشہ اس قسم کے مجامع میں صرف اپنے لباس اور اپنی زیب و زینت کی نمائش کے لئے آتی تھیں، اور اس تھیٹر میں انکو انھی ٹوپوں کی نمائش کرنی تھی، اسلئے وہ مردوں کی اس فرمائش پر کھڑکیں، اور جنگ و جدل تک نوبت پہنچی غرض اگر عورت فطر تازیب زینت کا شوق نہ رکھتی ہوتی، تو دنیا اس قدر روشن، اس قدر رنگین، اور اس قدر چمکیلا نظر نہ آتی، پس عورت کو اس شوق کو اس حیثیت سے دیکھو کہ تو وہ مکوا ایک قابل قدر شریفانہ جذبہ معلوم ہوگا،

عبدالسلام ندوی

زیور

لفظی تحقیق | زیور کی اصل زیب آور معلوم ہوتی ہے۔ یعنی وہ شئی جس سے مصنوعی زیبائش کی جائے۔ کثرت استعمال سے زیب و پہر زیور ہو گیا معنی کے لحاظ سے یہ چوٹا سا لفظ بہت وسعت رکھتا ہے۔ جواہرات، اسلحہ، سونے چاندی کی، اور معدنی چیزیں۔ لباس وغیرہ اس میں شامل ہیں مگر اب اس کا اطلاق صرف ایسی چیزوں پر ہوتا ہے جن کو عورتیں ہنسنا و سنگار و آرائش و زیبائش کے کام میں لائیں۔

موجود | کا نام اور نشان اور زمانہ ایجاد بتانا بہت مشکل ہے تاہم قدیم تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ وحشی قومیں عربیانی کے زمانے میں بھی اس طرح زیور کی مشتاق اور طالب تھیں جیسی آج کل کی وحشی اور تمدن قومیں۔ لہذا ایجاد و اختراع کا ہماری سہرا انہیں کے سر باندھا جاسکتا ہے۔

آج کل کی وحشی قومیں | شمالی امریکہ جنوبی افریقہ۔ آسٹریلیا۔ اور ہندوستان میں جو وحشی زیور کار و اج | اقوام آباد ہیں ان کے اسباب زینت اور زیور قدیم زمانے کے وحشیوں سے بالکل مشابہ اور مطابق ہیں۔ مثلاً گدناگدوانے کا قدیم رواج آج کل بھی قریب قریب ہر جگہ کے وحشیوں میں موجود ہے۔ آسٹریلیا اور امریکا کے بعض مقامات میں نیلے رنگ کے بجائے سفید رنگ کے گدے گودے جاتے ہیں جسکے لئے راکھ استعمال کرتے ہیں۔

تعجب ہے کہ تمدن قوموں میں بھی یہ رواج کسی نہ کسی حیثیت سے ضرور پایا جاتا ہے گورون (انگریزی فوجی سپاہی) کی پنڈلیوں یا کلائیوں پر اکٹھ گدے لگے ہوتے

ہو سکتے ہیں۔ نیلے نشانات، نقش و نگار، پھول، پیل، یا کسی زبان کے حروف ہو سکتے ہیں امریکہ کے وحشیوں میں گلے میں پوت کی مالائین اور کانوں میں لکڑی کے بے پہننے کا کثرت سے رواج ہے اس طرح ہندوستان کے بعض حصص کی وحشی اقوام میں عجیب و غریب اقسام کے زیور کا رواج ہے مثلاً جو بہت موٹی ہوتی ہے اس قدر درورکتی ہے کہ جس میں گال اور کان سب چپ جاتے ہیں اور اس سے بھی متجاوز ہو جاتی ہے بلا مبالغہ فٹ بال کی گیند آسانی سے اُس میں تو نکل سکتی ہے۔

مسلمانوں میں زیور کا رواج عرب مسلمانوں میں اگرچہ ایک حد تک زیور کا رواج رہا ہے جیسا خخال رواج (پازیب) اور دمالج (بازوبند) وغیرہ سے صاف ظاہر ہے

مگر بہت معمولی اور سیدھے سادھے پیمانہ پر تنہا تھنضع اور تکلف کو دخل نہ تھا اور اس کی حیثیت بالکل کمتر تھی۔

ہندوستان کی مسلمانوں میں ہماری قوم میں اس قدر افراط اور بہتات سے زیورات کا رائج ہونا زیور کا کیونکر رواج ہوا

سالہ فرسودہ تہذیب و تمدن کے اثر سے ہے۔ جہاں اوریشما، ہرستم کے مراسم اور رواج ہندوؤں کی بدولت ہم میں آگئے ہیں وہاں یہ رسم بھی ہے الصحبہ متنازعہ ہندو قوموں میں جس کثرت سے زیور پہننے کا رواج تھا اور ہے وہ علاوہ شاپہ کی توایخ، القضاویر، اور کتبہ جات سے بھی ثابت ہے۔ بلاتمیز مرد و عورت زیور کے استعمال کا عادی تھا آغاز فتوحات میں عرب، ترک، مغل، افغان، مسلمان فاتحوں نے اپنے قومی رسم و رواج کی سیدھی سادھی حیثیت کو فوجی طاقت اور ممالک مفتوحہ کی طرح برقرار رکھی مگر رفتہ رفتہ کسی غیر محسوس جذب و کشش کی بدولت تمام خصوصیات بدلتی گئیں۔ انسان کی طبیعت فطرتاً متبع پیروی، اور تقلید کی جلوی ہے۔ سوسائٹی فیشن اور تہذیب کی بنیاد بھی اسی پر ہے اور یہی وجہ ہے کہ اچھی بُری خصلت اور رسم و رواج

ایک فرد سے دوسرے فرد ایک گروہ سے دوسرے گروہ اور ایک قوم سے دوسری قوم میں منتقل ہوتی ہے۔

فی زمانہ ہندوستان کے منجملہ اُن اسباب کے جو قوم کی اخلاقی اور مادی حالت کو مسلمانوں میں زیور کا رواج بہت کر رہی ہیں اور ملکی ترقی کے سد راہ ہیں ایک غایت میں

زیور پہننے کا شوق بھی ہے۔ اور جس بلا سے بے درمان کی طرح اندام ہند زیور کا رواج ہے وہ اپنی آپ نظر سے دنیا میں کسی جگہ کے مسلمانوں میں اس کثرت سے زیور نہیں پہنا جاتا۔ کثرت کا یہ عالم ہے کہ زیورات کا محض نام لینے میں ہی دقتیں صرف ہو جاتے ہیں اور لکھو تو کتاب کی دو تین سطریں کالی ہو جاتی ہیں۔ ہر طبقہ اور درجہ کی مستورات ناک کان ہاتھ پیر سر اور گردن میں مختلف قسم کا زیور پہنے بغیر اپنے کو عورت نہیں سمجھتیں گویا عورت اور زیور لازم و ملزوم ہیں جو مخدرات زیور نہیں پہنتیں وہ سوسائٹی سے علاء خارج اور خوش نظری سے محروم مطلق کردی جاتی ہیں۔ نہ وہ قابل عزت و وقعت سمجھی جاتی ہیں اور نہ ان کی شخصیت اور وجاہت خاطر میں لائی جاتی ہے۔

زمانہ بدلتا رہتا ہے اور اُسکے ساتھ اُس کی خصوصیات تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ ایک زمانہ تھا جب ہندوستان کے مسلمانوں کو دولت حکومت فراغت سب کچھ حاصل تھا اس زمانے میں زیور کے رسم و رواج کی پابندی قوم پر بار خاطر نہیں تھی مگر موجودہ انتہائی مفلسی اور فلاکت کی حالت میں قدامت پرستی اور اندھی تقلید کی مثال قائم رکھنا مناسب نہیں۔ زمانہ باتوں ساز و تو بارانہ اکثر خواتین ضروریات زندگی کو کم کر کے اور باوجود استطاعت و مقدرت معمولی طریقہ پر خرچ کرنے سے روپیہ بچا کے زیور گڑ بایا کرتی ہیں۔ رہنے کا مکان کراچی ہو غور و نوش کا انتظام معمولی ہو کم قیمت کپڑے کا لباس ہو ضروری کام بگڑ جائیں

خاندانی ممبروں کی حق تلفی ہو کر زیور بنوانے اور پہننے کی ہوس سے سچپا نہیں چہشت
آٹھ پہر چٹھ گھڑی اسی دُہن میں لگی ہوئی ہیں۔

مانگ کر زیور پہننے کا افسوس ناک رواج بھی کثرت سے ہو اس شرمناک

طرز عمل سے اخلاقی خوداری کا جس بیدردی سے گلا کٹتا ہے وہ قوم کی مجموعی حالت پر
ایک کارگر حربہ ہے۔ بُرا ہوا فلاس و فلاکت کا جس کی وجہ سے اس نفرت کو قابل
رسم کی داغ بیل پڑی۔ کس قدر غیرت کی بات ہے کہ کسی سے مانگ کر زیور پہنا جاوے
جب کوئی زیور کم جاتا ہے یا ٹوٹ جاتا ہے تو جو روحانی کوفت اور مالی نقصان ہوتا ہے
وہ بہت درد انگیز ہے۔ زیور خود عارضی چیز ہے اور عاریت زیور گویا عارضی در عارضی
ہو گیا بھلا ایسی چیز سے کیا عزت ہو سکتی ہے۔

زیور کے کیا کیا فوائد | (۱) اکثر اصحاب کا خیال ہے کہ روپیہ زیور کی صورت میں
بچھ جاتے ہیں محفوظ ہو جاتا ہے۔ یہ رواجی عقیدہ جس قدر غلط ہے اُس پر کسی

دلیل کی ضرورت نہیں (الف) اصل یہ ہے کہ روپیہ زیور کی شکل اختیار کر لے
بہت کم ہو جاتا ہے۔ اور یہ تجربہ کی ہوئی بات ہے کہ زیور خریدنے کے بعد ہی بچھو
کم دام آئیں گے اور کچھ زمانہ گزرنے کے بعد تو بہت ہی کم دام آتے ہیں روپیہ
تو گسا ہوا بھی چل جاتا ہے مگر زیور کے دام بہت تھوڑے ملتے ہیں کیونکہ زیور
زیادہ دن کے استعمال سے گس جاتا ہے۔ اُس کی خوشنمائی چمک بھڑک
اور بناوٹ میں فرق آ جاتا ہے۔ اور وزن بھی کم ہو جاتا ہے (ب) روپیہ بجائے
زیور کسی مفید کام تجارت زراعت میں لگایا جائے یا کسی بینک میں جمع رکھا جائے
یا کسی قسم کی جائیداد خریدی جائے تو نہ صرف محفوظ رہیگا بلکہ روز افزون تر ہوتی
ہوتی رہے گی اور چوری کا دھڑکا اور کھٹکا بھی نہیں رہے گا۔ زیور کی صورت میں روپیہ
بیکار اور مردہ ہو جاتا ہے قوم ایک طرف کسی فرد واحد کو بھی منفعت نہیں ہوتی۔ اور

برعکس نگرانی اور حفاظت کا مشکل کام سر پر آ پڑتا ہے۔ زیور کو کبس میں مقفل رکھنے یا اعضائے جسم کو خاص وقت یا ہر دم پہننے سے جو نقصان پہنچتا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ زیور کی وجہ سے عورتوں اور بچوں کی عزیز جانین خطرے میں رہتی ہیں اور بہت جراثیم محض زیور کی وجہ سے وقوع میں آتے ہیں۔

۱۹۱۸ء

خواجہ غلام اشقلین صاحب مرحوم نے اپنے رسالہ عصر جدید بابتہ می میں ایک نامہ نگار کے مضمون چہ بنیل نوٹ لکھا ہے۔ ہمارے دوست معاف فرمایا کہ میں زیور کپڑے سے بہتر ہو مگر نہایت نوحہ چیز ہے۔ سو کی جگہ دو برس میں رہ جاتے ہیں کیونکہ سونے چاندی کا ہالو ہمیشہ گھٹتا بڑھتا رہتا ہے اور زیور زیادہ دن میں گس جاتا ہے اگر کام سے لگا کر جائیں تو وہ سوا سو ہو جائیں۔ ابھی ہفتہ بھر ہوا تھا کہ کی نہایت عزیز چیز کا بیان جو لیاقت میں مشہور ہیں چوری ہو کر ساری عمر کی کمائی جو زیور کی شکل میں تھی جاتی رہی زیور کی جگہ روپیہ بنک میں ہوتا یا جامد ہوتی تو یہ کیوں ہوتا۔

(۲) دوسرے لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ زیور سے زیب و زینت ہوتی ہے اور خوب صورتی میں اضافہ ہوتا ہے مگر اس بات کے ماننے میں بہت کچھ تامل ہے تجربہ شاہد ہے کہ جب خوب صورت عورتیں سر سے پاؤں تک زیور میں لہجائی ہیں تو ان کا آفتاب حسن ماند پڑ جاتا ہے اور بھونڈا اور بھدا پن نمایاں ہونے لگتا ہے حسن ذاتی یا خوب صورتی قدرتی شے ہے اس میں انسانی دست کاری کا دخل بڑھتا ہے سادگی اور حسن لازم و ملزوم چیزیں ہیں اور تمام قدرتی چیزوں میں سادگی پائی جاتی ہے۔ یہ تکلف سے بری ہے حسن ذاتی۔ قبائے گل میں گل بوٹا کمان ہو زیور پہننے سے بد صورت یا سیاہ فام خواتین فرابھی خوب صورت نہیں معلوم ہوتی

بلکہ صورتی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ روحانی کمالات انسان کو حیوان پر فضیلت بخشتے ہیں محض زیور سے یہ بات حاصل نہیں ہو سکتی۔

تاتاری مسلمانوں میں دنیا کی تمام مسلمان قوموں میں تاتاری ہی ایک ایسی قوم ہے جن میں زیور کا رواج بالکل نہیں چھلون اور انگوٹھیوں کو سوا

یہاں کی عورتیں کوئی زیور نہیں پہنتیں حتیٰ کہ کان میں بند آنگ نہیں پہن لیاں کی مستورات عام خاص ایک ہی رنگ میں رنگی ہوئی ہیں اور باوجود مختلف تہذیبوں کی مسلط ہونے کے عربی سادگی کو اتنا برقرار رکھے ہوئے ہیں کسی دوسری تہذیب کا ان میں دخل نہیں پایا جاتا وہ اسی حالت میں خوش و خرم رہتی ہیں۔

ہر برٹ اسپنسر کی رائے | یورپ کی تمدن اور مہذب قوموں میں زیور کا رواج بہت کم ہو گیا ہے جو ترقی کرنے کا لازمی نتیجہ ہے مگر ان قوموں کے مصلحون کو یہ حالت ہی ناپسند ہے وہ پوری طاقت سے ہر ممکن کوشش کرتے رہتے ہیں کہ اسباب خجل اور ہی کم ہو جائیں یا فضول مراسم بالکل مٹ جائیں جن کی بنا پر افراد کا رویہ ضائع ہوتا ہے چنانچہ ہر برٹ اسپنسر "تزمیت" میں حسب ذیل لکھتا ہے۔

"انسان فطرتاً زینت و زینت بناؤ او ظاہر کی طرف مائل ہے جس کی بنا پر وہ مفید کاموں کو چھوڑ کر آرائش و زیبائش کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے زنجبیر کے خوشی رنگوں سے بدن کو رنگتے ہیں لگے ہیں کوڑیوں کا گلو بند پہنتے ہیں مگر جسم کو گرمی سردی سے محفوظ نہیں کرتے اور حیوانوں کی طرح زندگی گزارتے ہیں مفید چیزوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور موہوم زینت و جمال کی بے سود کوشش میں لگے رہتے ہیں ہم ہی باوجود تمدن معلومات و تہذیب و تربیت کے انہیں کے قدم بہ قدم چل رہے ہیں ہمارا لباس محافظ بدن اور فساد مزاج کا مانع نہیں ہوتا بلکہ جو نظر کو بہلا معلوم

خوش رنگ ہوتا ہے ہم متعجب اور خوش ہو کر اُسے خرید کر بہن لیتے ہیں
اور خیال کرتے ہیں جمال اور تجل دنیا کے بہترین لہذا مہین سہین۔

ہر عہد میں اس فضول رسم کی مخالفت اور اسکے مٹانے کی کوشش کسی نہ کسی
تدبیر سے ہوتی رہی ہے اور باخبر اور سمجدار اصحاب اس مضرت رسان رواج کے
ناپود کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں بہت سے ایسے اقوال ہیں جو زیور کی مذمت میں
بڑے بڑے فلاسفوں کی زبان قلم سے نکلے ہیں جن کا اس موقع پر اعادہ تحصیل حاصل ہے
صرف ایک روشن مقولہ ایک ہندو فلاسفر کا ذیل میں لکھا جاتا ہے۔

”جو شخص سونے کے کرے چاند کی کرن، خوب صورت موتیوں کا ہارا
چند پہو لونین بے رہتا اور بالوں کا خوب ستوارنا آدمی کے لئے
خوبی زیبائش نہیں صرف زبان کا زیور باعث آرائش اور افزائش
عزت ہو سکتا ہے کیونکہ یہ لازوال اور ہمیشہ قائم رہنے والا زیور ہے۔“

محمد اسماعیل ہاتف

عمر طفولیت میں جسمانی حفظ و صحت

جو شخص کہ بچوں اور اودن کے طریقوں کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے اس کا جوابات سب سے پہلے معلوم ہوتی ہے وہ اذکار ہر وقت حرکت کرنا ہے۔ اس کو جب چھوڑ دیا جاتا ہے تو معمولی صحت کا بچہ بنایا ہی کہی ساکن رہتا ہے بلکہ چھوٹا اور کمزور بچہ ہی ٹانگیں چلاتا ہی رہتا ہے۔ اس کا جسم ہی نہیں بلکہ ان کا دماغ بھی ہر وقت تغیر کا متلاشی معلوم ہوتا ہے۔ البتہ صرف علالت کی حالت میں وہ ساکن اور خاموش ہو جاتے ہیں۔ حرکت بچہ کی فطرت میں داخل ہے اور حقیقت بچہ بغیر اسکے پوری نشو و نما نہیں پاسکتا۔ لیکن باوجود اسکے نرس (مان) ہر دم بچہ کو ساکن اور خاموش رکھنا چاہتی ہے۔ اگر بچہ کو تندرست اور مضبوط بنانا ہے تو اذکار کو بطرح وہ چاہیں پھرنے دینا چاہئے۔ اذکار کے کپڑے اور لباس پہنانے میں کوئی سرج نہیں لیکن یہ لباس ایسا ہونا چاہئے کہ اذکار حرکت کرنے سے باز رکھے۔ ممکن ہے کہ میرے اس خیال سے بعض ماؤں کو نصیحت ہو لیکن میرے نزدیک اذکار کو کون کون کا لباس پہنانا اور ان ہی کی طرح کمیل کو اور درختوں پر چڑھنے دینا بہت برا ہے۔ چونکہ لباس کا تذکرہ آگیا اسلئے اس کا ننوڑا سا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

میں بہت زیادہ کپڑے پہنانے کے خلاف ہوں۔ مثلاً موسم سرما میں لباس گرم مگر کم تعداد میں ہونا چاہئے۔ چونکہ بچہ بہت جلد بڑھتے ہیں اسلئے ماؤں کو چاہئے کہ لباس کا جلد جلد معائنہ کیا کریں تاکہ یہ معلوم ہوتا رہے کہ چھوٹا تو نہیں ہو گیا۔ لباس کا ڈھیلہ ہونا اچھا ہے کیونکہ جسم کو نرمی کرنے اور بڑھنے کا موقع ملتا ہے خصوصاً سینہ پر

لباس کا تنگ ہونا بہت ہی مضرت رسان ہے۔

بچے اپنے پیٹروں کو پورے طور پر استعمال نہیں کرتے اور اسنے او کا سینہ اور پیٹروں پر جلد برا اثر ہو جاتا ہے صرف سینہ ہی کمزور نہیں ہوتا بلکہ کافی نشوونما نہ ہونے سے دماغ بھی کمزور ہو جاتا ہے۔
 ٹنہ سے سانس لینا بہت نقصان دہ ہے ناک سے سانس لینا کی مشق روزانہ کرنا چاہئے اور اسکا نفع بہت جلد اور آسانی سے معلوم ہو جائیگا جتنی تازہ ہوا ہم اندر لیجائیگی اتنا ہی ہمارے اعضا میں نشوونما پیدا ہوگی اور رزلہ اور سہینہ کے امراض میں کم مبتلا ہوں گے۔ علاوہ اچھی طرح سانس لینے کے تازہ ہوا کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اسلئے ہر موسم میں تمام کھڑکیاں کھلی رہنا چاہئیں خصوصاً بچوں کے رہنا کا کمرہ بہت ہی ہوادار ہونا چاہئے۔

اوپنچی ایڑھی کا جو نا کبھی نہ پہنا چاہئے کیونکہ وہ جسم کے وزن کو قائم نہیں رہنے دیتا۔

بچوں کو بھاری بوجھ نہ اڑھانا چاہئے اور اگر وزنی کتابیں لیجانا پڑے تو پشت پر رکھ کر لیجانا چاہئے۔

کمانی کے بعد کم سے کم آدھ گنٹھ سکون اور آرام ضرور کرنا چاہئے کمزور اور دبے بچوں کو کمانے سے پیشتر اور بعد چپٹ لٹانا چاہئے۔ اکثر لوگ کے اور لوکیان یہ خیال کر کے کہ ورزش مفید چیز ہے بیماری کی حالت میں بھی لمبی چپل قدمی یا بالٹسکل کی سواری کر لے ہیں یا کوئی کبیل کیلئے ہیں لیکن اونکو یہ بتا دینا چاہئے کہ وقت پر اور اعتدال کے ساتھ ہر کام اچھا ہوتا ہے کبیل وغیرہ بذات خود برے نہیں لیکن اونکا اعتدال سے گزر جانا یا ناوقت

کہیلا جانا ضرور نقصان دیتا ہے۔ گوہن اس پر اپنے مقولہ کو مانتا ہوں کہ جلد سونا اور جلد اٹھنا انسان کو تندرست اور امیر اور عقلمند بناتا ہے، لیکن میری رائے میں ناشتنہ سے پہلے بچوں کو زیادہ کام نہیں کرنا چاہئے بچوں کی غذا سادہ اور مقررہ وقت پر ہونا چاہئے۔ میوہ بکثرت کھلانا مفید ہے اور بچوں کو سبزی کا رسی کھانے پر بھی مائل کرنا چاہئے۔

بچوں کے ہر کام کا وقت مقرر کر دینا بہت اچھا ہے اور نگو پاڑیوں وغیرہ میں زیادہ نہ لیجانا چاہئے۔ بے ضابطگی اور بے قاعدگی بچوں کے لئے بہت مضر ہے۔

مدرسہ کی زندگی خود باضابطہ ہوتی ہے اور وہاں لکھنے پڑھنے کے ساتھ کھیل و ورزش کا بھی انتظام ہوتا ہے مگر یہ ضرور ہے کہ گھر کی زندگی اس سے کہیں اچھی اور آزاد ہوتی ہے اور اسلئے میں اور کاموئید ہوں کہ بچوں کو بہت چھوٹی عمر میں مدرسہ نہ بھیجا جائے۔ مدرسہ میں امتحانات کی کامیابی کو ہمیشہ پہلا درجہ نہیں دینا چاہئے۔

بچوں کے لئے بہترین اسلحہ اور سامان جس کی مدد سے وہ آئندہ زندگی کی جدوجہد میں کامیاب ہو سکیں گے تندرستی یعنی صحت دماغی و جسمانی ہے۔ بس ہم کو اسکے حصول کی کوشش کرنا چاہئے اور یہ نہ فراموش کرنا چاہئے کہ بچہ کی حقیقی میراث مسرت ہے جسمیں ہنسی خوشی کھیل کود کا ہونا لازمی ہے۔

(ترجمہ)
عظمت الہی زبیری
بی اے۔ (علیگ)

حسنات کا انتخاب

آزاد مرحوم ”قدماے فارس کے اصول شرعی اور رسوم عرفی کے بیان میں لکھتے ہیں کہ
اس مہینہ (فروری) میں ۵ دن تک مردِ گہران کا جلسہ رستہ نانا اور اسے
حافظ عورات سمجھتے تھے۔ ان دنوں عورتوں کو بڑے اختیار ہو جاتو
جو فرمائش کریں خاوند بجالائیں لیکن باشوہر اور بے شوہر سب پاک دامن
ہوتی تھیں۔ کوئی جنسٹ درمیان نہ ہوتا تھا۔ اسیں ہندوستان کے
سویمر کا ڈھنگ ہوتا تھا۔ چنانچہ آپس کی رضا مندی سے بعض جگہ
مٹکلیان بعض جگہ شادیان ہو جاتی تھیں۔ یہ قوم کا عام رواج تھا
ابیر غریب جاہل عالم کوئی اس سے باہر نہ تھا چنانچہ جو شادیان
اس طرح ہوتی تھیں وہ بڑی مبارک اور پسندیدہ گنتی جاتی تھیں
گویا نسل اور ولادت کا فرشتہ ان سے خوش ہونا تھا
(سخندان فارس)

یہ تو ایران کا حال تھا ہندوستان میں سویمر کا جو ڈھنگ تھا وہ ذیل کی
مثال سے بخوبی سمجھ میں آجائیگا۔

کسی زمانہ میں ایک بہت بڑا بادشاہ تھا اوسکی ایک بیٹی تھی جس کا نام
”حسنات“ تھا جب یہ لڑکی جوان ہو گئی تو بادشاہ نے ایک بہت بڑے
جلسہ کا اعلان کیا اور تمام ملک کے شہزادوں کو اس جلسہ کی دعوت دی
اور ان کو لکھا کہ میری بیٹی ”حسنات“ جس شہزادے کو منتخب کر لگی اوسکے
ساتھ اوس کا عقد کر دیا جائیگا۔ اس جلسہ کی شرکت کے لئے ذور دور سے

بڑے بڑے شہزادے آئے۔ مہینہ تیار کچ کو بروسی شان و شوکت کا جلسہ منعقد ہوا تمام شہزادے خوب بن بن کر کریسون پر بیٹھے سب کے آخر میں شہزادی ”حسنات“ زینت بخش محفل ہوئی اور جب وہ جلسہ کے پہنچ میں ایک کرسی پر جا کر بیٹھ گئی تو تمام شہزادے بادشاہ سے اجازت لیکر باری باری سے اوس کے پاس آئے تمام قیمتی تحفہ و تحائف جو وہ اپنے ہمراہ لائے تھے پیش کئے اور شہزادی سے اپنے انتخاب کی درخواست کی لیکن شہزادی نے شکریہ کے ساتھ تحفے واپس اور انتخاب کی درخواست منظور نہ کی۔ سب سے آخر میں ایک سفید ریش بوڑھا آیا اوس نے بادشاہ سے کہا کہ میرا نام ”زمان“ ہے میرے تین بیٹے ہیں انہیں شہزادی کو پیش کرنا چاہتا ہوں شاید وہ ان میں سے کسی کو انتخاب کر لے گی بادشاہ نے منظور کیا۔ اوس سفید ریش نے ایک زرہ پوش حسین نوجوان کو پیش کیا اور کہا ”یہ میرا بڑا لڑکا ہے اس کا نام ”ماضی“ ہے۔ آپ ملاحظہ فرمائے میں اس کا حسن و جمال لاجواب ہے اور جب قدر اس کی عمر بڑھتی جاتی ہے اسی قدر اس کے حسن و خوبصورتی میں چار چاند لگتے جاتے ہیں۔ اسکی بھادری اور نامور می فتنے مشہور ہیں۔ شہزادی کو وہ بیش بہا تحفے پیش کرتا ہے جو اوس نے لڑائیوں میں حاصل کئے ہیں اس کی بیوی کل اسکے دشمنوں پر حکومت کرے گی“ شہزادی نے یہ تقریر سن کر گردن ہلا دی اور حسین نوجوان واپس چلا گیا۔ اس کے بعد ایک بلند بالا اور چوڑی پیشانی والا جوان قریب آیا سفید ریش نے اس کی طرف اشارہ کر کے کہا ”یہ میرا دوسرا بیٹا ہے اس کا نام ”حال“ ہے۔ اس نے اپنے علم سے تمام دنیا فتح کر لی تھی۔ زمین، پانی، اور ہوا اس کے خادم ہیں۔ یہ شہزادی کو ایسے عجیب و غریب تحفے

پیش کرتا ہے جنہیں دیکھ کر عقل حیرت زدہ ہوتی ہے۔ اس کی بیوی
کل عناصر پر حکومت کر لگی، لیکن شہزادی نے انکار کر دیا آخر میں سب
کم سن جوان دھڑتا ہوا آیا اور شہزادی کے سامنے دوڑا تو ہو کر کھڑا ہو گیا
اور کہا اے شہزادی! میں ”مستقبل“ ہوں میرے پاس بحرِ سچی امید کے
کوئی تحفہ نہیں ہے جو نذر کر سکوں مجھے امید ہے کہ آپ اپنی نوازش و
مہربانی سے میرے ساتھ شادی منظور فرما دیں گی،
شہزادی نے محبت سے دونوں ہاتھ اوس کی طرف پھیلا دیے
اور کہا مجھے متارا ہی نوازش قرار نہتا۔

(محمد مددی)

خانگی صنعت

عام مسلمانوں کی اقتصادی حالت کے لحاظ سے اس وقت اہم ترین ضرورت قومی یہ ہے کہ غریب و متوسط خاندانوں میں خانگی صنعت و حرفت کو ترقی دیا جائے یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا تعلق صرف اقتصاد سے ہی نہیں رہا بلکہ مسلمانوں کی شرافت کا تحفظ اور مذہب کی حفاظت اسی مسئلہ کے حل کرنے پر منحصر رہ گئی ہے۔ جن اصحاب کو شریف خاندانوں کی تباہی و افلاس اور مصائب کا تجربہ ہے اور خصوصیت کے ساتھ ایسے قصبات میں جہاں شریف مسلمان زیادہ آباد ہیں ان کے غریب گھروں کی الم ناک حالت کا علم ہے اور جنہوں نے مصیبت زدہ اور بیوہ عورتوں کے درد انگیز واقعات سنے ہیں اور ان کے بچوں کی زرد چہروں اور لاغر جسموں کو دیکھا ہے وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان کی مصیبت کس درجہ پر پہنچ گئی ہے اکثر قصبات میں بڑے بڑے شریف باپوں کی بیٹیاں دو دو تین تین وقت فاقہ سے گذارتی ہیں سردی کے موسم میں لحاف و رضائی روئی کی مرزئی تک نہیں ہوتی کہ ان کے سینہ کو ہی گرم رکھے بعض کو تاپنے کے لئے آگ بھی نہیں ملتی پہر بھی یہ شرافت و قناعت کے مجسمے عزت و آبرو کے ساتھ صابر اور شاکر نظر آتی ہیں ان میں ایسی ہی ہیں جو چکیاں پسیر اپنے تپا کر سلایاں اور محنت اور مزدوری کر کے گذارہ کرتی ہیں اور جو کچھ ملتا ہے اس سے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالتی ہیں بسا اوقات کئی کئی فاقے ہی گذر جاتے ہیں ان کے بچوں میں اکثر ایسے ذہین اور تیز ہوتے ہیں کہ اگر ان کے لئے اسباب تعلیم مہیا ہو جائیں تو وہ عزت و زندگی بسر کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں ہمارے علم میں بہت سے نوجوان ہیں جو ان ہی

ماؤں کے بیٹے ہیں جنہوں نے ان کی محنت مزدوری سے تعلیم پائی بعض وظائف یا کسی عزیزی کی مدد سے اعلیٰ تعلیم کے درجوں تک پہنچے بعض ابتدائی اور درمیانی منزل تعلیم تک پہنچ کر رہ گئے مگر کچھ نہ کچھ کرنے کے قابل ہو گئے۔

لیکن ان میں بڑی تعداد جاہل، نکمی اور آوارہ رہی اور بالآخر وہ معیار شرافت سے گر کر اجلاف کی زندگی بسر کرنے لگے۔

یہ وہ خفائی ہیں جو ہر قصبہ میں نظر آتے ہیں انکے لئے عمیق غور و مطالعہ کی ضرورت نہیں ایک سرسری نظر کافی ہے۔

ایک درجہ ان لوگوں کا ہے جو دس پندرہ سے چالیس پچاس روپیہ ماہانہ تک آمدنی رکھتے ہیں لیکن انکا کنبہ وسیع ہے اور نہایت عسرت کے ساتھ بسر ہوتی ہے اور انکی پہلے طبقہ سے کچھ ہی حالت بہتر ہوتی ہے۔

ہم نے مثال کے لئے ایک اوسط درجہ کے شریف گہرانے کو سامنے رکھا، جہاں تیس روپیہ مہینہ کی آمدنی ہے گہر میں ایک خاوند ایک بیوی ایک بیٹا اور ایک ماں ہے بیٹا مڈل میں تعلیم پاتا ہے کرایہ کا مکان ہے دس روپیہ مہینہ اس میں نکل جاتا ہے اب سوال یہ ہے کہ میں روپیہ مین یہ کنبہ بسر کر سکتا ہے روز مرہ کے اخراجات کے علاوہ کپڑے اور بیماریاں خرچ کس طرح پورا ہو سکتا ہے؟ البتہ بعض لوگ اس سے کم آمدنی میں بھی نہایت اچلا خرچ رکھتے ہیں اچھا لباس پہنتے ہیں تقریبات میں دل کھول کر صرف کرتے ہیں گروہ ہماری بحث سے خارج ہیں کیونکہ یہ اخراجات قطعی ناجائز کمائی رشوت وغین چوری وغیرہ سے پورے ہوتے ہیں اگر تمام خاندانوں کا شمار کیا جائے تو نصف سے زائد خاندان ایسے نکلیں گے جو روپیہ روز کی آمدنی بھی نہیں رکھتے اور انکے گہر میں فی کس اگر ۲ روپیہ کی آمدنی کا اوسط ہی ہو جائے تو بہت غنیمت ہے۔ اس کے علاوہ جب ہم

زمانہ علالت کی مصیبتوں اور دوا و معالج سے محرومیوں کو دیکھتے ہیں اور بہت سی موتوں کا ظاہری سبب دوا کے لئے چند مہینوں کا میسر نہ ہونا پاتے ہیں تو بد سے بدتر حالت نظر آتی ہے۔

مسلمان عورتوں میں محنت و ہمت کی استعداد فطری موجود ہے اور وہ ہی محنت و ہمت جو اس وقت چند آنے پائون کی قیمت رکھتی ہے اگر مناسب انتظام کیا جائے اور اس قسم کی خانگی صنعت ان میں رائج ہو جو سہل العمل اور سہل الحصول ہو تو اسی محنت و ہمت سے وہ اپنی مصیبتوں کو دور کر سکتی ہیں۔

خانگی صنعت کے جاری کرنے کے لئے یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ایک بہت بڑے سلسلہ تنظیم کے ساتھ سوسائٹیاں اور انجمنیں قائم ہوں امر او اغنیائے ملک کی بارگاہوں میں ایسکین کیجائیں چندے جمع کئے جائیں اور پھر انتظام شروع کیا جا سکے بلکہ اس وقت اسی قدر انتظام کافی ہوگا کہ اس کی طرف رہنمائی و رہبری کیجائے پرائیویٹ کوششوں سے چند جگہ کچھ نمونے پیدا کر دے جائیں۔ اسکے لئے سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ ایک یا چند ماہرین و تجربہ کار اشخاص ایک ایسی اسکیم تیار کریں جس میں خانگی صنعتوں کی ترویج ہوان کے سامان اور بین اور آلات ملنے کے پتے اور قیمتیں درج ہوں ان کی نکاسی اور منڈیوں کے مقامات بتلے جائیں اور یہ معلوم کرایا جائے کہ مختلف صنعتوں میں اس قدر روزانہ آمدنی اور نفع ہو سکتا ہے اور کم سے کم اس قدر سرمایہ سے اتنے پیمانہ پر کام شروع ہو سکتا ہے اس اسکیم میں مشینوں اور آلات سے کام لینے کا بھی تہور بہت طریقہ بتایا جائے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ غریب و مفلس عورتیں یہ مشینیں خرید سکتی ہیں اور نہ کوئی ستر لگا سکتی ہیں اور نہ چیزوں کی نکاسی کا انتظام کر سکتی ہیں تاہم ایک کثیر تعداد تنہو سرمایہ سے کام شروع کرنے کے قابل ہو جائے گی اور بہت سے آدمی جب ایسے

کاروبار میں نفع دیکھینے تو تجارتی اصول پر انتظام کر لینگے ایسی صنعتیں بھی ہیں جس میں برائے نام سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے اور معمولی حیثیت کے گھرون میں وہ بخوبی رائج ہو سکیں گی۔ ایسی اسکیم تیار کرتے وقت ساولیشن آرمی (مکتی فوج) اور مشنریوں کے انسٹیٹوشن اور کارخانوں کو بھی بخشم خود ملاحظہ کرنا ہو گا تاکہ وہ ان معمولی اور چھوٹے چھوٹے کاموں اور خانگی صنعتوں کا عملی مشاہدہ بھی حاصل ہو جائے۔

البتہ ایسی اسکیم کے تیار کرانے اور شائع کرنے میں ایک بڑی رستم کی ضرورت ہوگی لیکن اسکے لئے گران قدر چندے، پُروردہ تقریریں اور شہر بشہر در یوزہ گری لازمی نہیں صرف آل انڈیا مسلم لیڈز کانفرنس ایک سال کی اُن امدادوں سے جو دربار بہوپال اور دربار حیدرآباد سے ملتی ہیں ایسی اسکیم تیار کر سکتی ہے اس سال حسن اتفاق سے کلکتہ میں اسی کانفرنس کا اجلاس ہے اور دو اعیان اجلاس میں زیادہ حصہ اُن خاندانوں کا ہے جو تجارت پیشہ ہیں اور بڑے بڑے کارخانوں کے مالک ہیں۔

کلکتہ میں خانگی صنعتوں کا تہوڑا بہت رواج ہی ہے اور مختلف اقوام کی عورتیں اس کی بدولت گزارہ کرتی ہیں اور انکی بنائی ہوئی چیزیں بازاروں میں بخوبی فروخت ہوتی ہیں۔

غریب خاندانوں اور قصابات میں جو حالتیں پیدا ہو گئی ہیں وہ دراصل قوم و مذہب کے لئے بڑا خطرہ ہیں یہ تو مسلم ہے کہ ہماری قوم میں قدیم روایات اور قدیم عصبیت کا انحطاط ہو رہا ہے اور جا بجا جو دل کش واقعات پیش آتے ہیں وہ اسی انحطاط کا نتیجہ ہیں لیکن ابی ابتدائی منزل ہے اور خطرہ کا انسداد ممکن ہے ورنہ آئندہ ربع صدی میں جو حالت ہو جائیگی اُس کو تصور ہے روٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ ہم کو سب سے اہم خطرہ جو نظر آ رہا ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ فلاس

اُم الجرائم ہے اسلئے اس کی ترقی سے بیکس و ناچار عورت کو تبدیل مذہب کا خیال پیدا ہوگا اور اگر قصبات میں یہ خیال پھیلے اور یقیناً پھیلے گا تو جو لوگ زندہ رہینگے وہ دیکھ لینگے کہ جو جن مسلمان عورتیں اسلام کو خیر باد کہنے پر لڑائی آج بھی بہت سے ہندوستانی عیسائی خاندان ایسے لینگے جنہوں نے حقانیت کے لئے نہیں بلکہ شکم پروری کے لئے تبدیل مذہب کیا ہے اور بلاشبہ اس تبدیلی کے بعد وہ افلاس کی نصیبتوں سے نکل گئے ہیں۔

ادھر

کانفرنس کا صیغہ تعلیم نسوان (از اڈیٹر)

اس سال بھی حسب معمول کانفرنس کے اجلاسوں کے ساتھ ۲۹ مارچ کو شب کے وقت تعلیم نسوان کا اجلاس ہوا۔ نواب علی حسن خان صاحب (لکھنؤ) نے ایک عالمانہ خطبہ صدارت تیار کیا تھا جو مطبوعہ تھا۔ آئری سی سیکریٹری شیخ عبداللہ صاحب کی رپورٹ بھی بہت مفصل تھی۔ تقریباً دو گھنٹہ تک اس صیغہ کا اجلاس رہا۔

ایک طرف تمام قوم میں اب تعلیم نسوان کا احساس ہے اور شائد ہی کوئی جگہ جہاں وہ غیر تعلیم یافتہ ایسی باقی ہو کہ نسوان کا رواج نہ ہو گیا ہو خواہ وہ کیسی ہی ابتدائی پیمانہ پر کیوں ہو۔ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ جو توجہ اشاعت و تعمیم تعلیم کی طرف ہوتی چاہئے اس کا عشر عشر بھی نہیں۔

ہماری تعلیم کانفرنس ہماری تعلیمی مشکلوں اور مسئلوں کے حل کرنے کی جگہ ہوتی ہے جہاں قوم کے قابل اور لائق اصحاب جمع ہو کر تبادلہ خیالات اور غور و مشورہ کرتے ہیں۔ مگر تعلیم نسوان کے مسائل پر بحث کرنے کے لئے اول تو وقت ہی بہت کم دیا جاتا ہے اور پھر سیکریٹری کی رپورٹ پریسڈنٹ کے خطبہ صدارت، اور چند معمولی رزلویوشنوں کو جو عموماً بغیر کے پاس کر دئے جاتے ہیں اور کچھ نہیں ہوتا۔

اس مرتبہ بطرح اس شعبہ کا اجلاس منعقد ہوا وہ دراصل ایک فلت کی یادگار اور ہماری قومی بے حسی کی تقریر انگیز مثال ہے۔ ۲۹ تاریخ کی سہ پہر کو پریسڈنٹ نے اختتام کانفرنس کا اعلان کر دیا۔ حالانکہ اس صیغہ کا اجلاس

باقی تھا۔ شب کو ایک وعظ کا اعلان ہوا اور اس صیغہ کے اجلاس کی اطلاع بھی دی گئی۔ مگر اسی وقت ایک مہمان نواز تاجر کے یہاں بہت بڑا ڈنر تھا۔ ٹھیک ۸ بجے اجلاس شروع ہوا۔ پنڈال میں ایک درجن آدمیوں سے زیادہ نہ تھے جو اس صیغہ کی کارروائی میں حصہ لینے کی غرض سے آئے ہوں۔ باقی جو سوسائے حاضرین تھے وہ ایک مولانا صاحب کے وعظ سننے کے اشتیاق میں تشریف لائے تھے اور کرسیوں پر بیٹھے ہوئے اونگ رہے تھے۔ معزز صدر جلسہ کو جبرانی تھی کہ وہ ایڈریس جو بڑی محنت کے ساتھ تیار کیا گیا ہے کسکو سنایا جائے سیکریٹری کو تحریر تھا کہ وہ اپنی رپورٹ کے سامنے پیش کرے۔ ہم ٹھیکہ ہوئے اسی افسوسناک منظر کو تماشا کر رہے تھے۔ مجبوراً سیکریٹری نے اپنی رپورٹ اقتباسات سنائے جن میں تعلیم نسوان کی ترغیب تھی جب کچھ مجمع ہو چلا تو معزز صدر نے اپنے ایڈریس کا ایک حصہ بادل ناخواستہ سنایا اور غالباً ایسے جلسوں کی یہ پہلی مثال ہوگی کہ خطبہ صدارت کو آخر میں سنایا جائے۔

متواتر کئی اجلاسوں سے اس امر کا تجربہ ہو رہا ہے کہ شعبوں کے اجلاس محض ایک نقل کی طرح سے ہوتے ہیں۔ انجمن ترقی اردو کے اجلاس میں بھی یہی حالت تھی۔ اور چونکہ ایک وعظ بھی ساتھ ساتھ تھا اسلئے حاضرین خطبہ صدارت اور سیکریٹری کی رپورٹ کو بھی صبر کے ساتھ نہ سن سکے۔

بہر حال یہ اجلاس اس طرح افسردگی اور اوداسی کے ساتھ ختم ہوا۔ اور ایک یادگار ذلت بن کر رہ گیا۔

طریق تعلیم نسوان کے متعلق اس وقت ہماری قوم میں ایک شدید اختلاف موجود ہے۔ ضرورت سے کسی کو انکار نہیں لیکن ضرورت پوری کرنا وسائل مختلف فیہ ہیں۔ اشاعت تعلیم کی کوششیں بالکل محدود ہیں اور

اتنی کم ہیں کہ ان کا عدم وجود برابر ہے اس لئے ہمارے مکرم شیخ عبدالصاحب کو ایک خاص کانفرنس ان اصحاب کی کرنا چاہئے جو حقیقی طور پر تعلیم نسوان سے دلچسپی رکھتے ہیں۔

ایسی کانفرنس میں مختلف صوبوں کے اصحاب جمع کئے جائیں جو اپنی اپنی صوبوں کی تعلیم اور خیالات کے متعلق کافی معلومات رکھتے ہوں۔

اس کانفرنس میں تبادلہ خیالات کرنے کے بعد ایک خاص طریقہ اختیار کیا جائے۔ اس وقت تک جو کچھ کارروائی ہو وہ صرف رپورٹ خطبہ صدارت، چند رزلوشنوں اور علی گڑھ کے گرس اسکول تک محدود رہے۔ عام اشاعت سے اسکو کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایسی کانفرنس کے لئے بہترین موقع یہ ہوگا کہ لیڈیز کانفرنس کے ساتھ اسکو منعقد کیا جائے۔ اور جو مباحث ہوں ان میں خواتین کی رائے بھی معلوم کی جائے۔ اور اس سے فائدہ اٹھا جائے۔ ورنہ موجودہ حالت ایک مضحکہ اور قومی کوششوں کی ایک ذلت آمیز تصویر سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتی۔

صدر جلسہ نے اپنے خطبہ صدارت میں احساس تعلیم نسوان کا تذکرہ عالم نسوانی میں قرآن نے جو انقلاب عظیم پیدا کیا اس کا بیان کر کے عورت کے حقوق اور درجہ پر بحث کی۔ خواتین اسلام کی مثالیں بیان کیں اور پھر طریقہ و نصاب تعلیم اور آزادی نسوان پر حسب ذیل بحث فرمائی +

اگر بہ نظر غور و انصاف دیکھا جائے تو تعلیم نسوان مردوں کے فوائد اور قومی ترقی کے لحاظ سے بھی اُسی قدر بلکہ اُس سے زیادہ ضروری ہے جس قدر خود عورتوں کی اصلاح حال و مال دینی و دنیوی کے لئے لازمی ہے یہ تمام واقعات تعلیم نسوان کے فوائد اور اسکی ضرورت کو پورے طور پر

ہر انسان کے نقش و دل کرنے کو کافی ہیں اور کوئی مسلمان تعلیم کا مخالف نہیں ہو سکتا ہے۔ البتہ ماہر الاختلاف اور ہماری غور و فکر و تدبیر کے لئے جو اہم مسائل رہ جاتے ہیں وہ نوعیت تعلیم اور اسلامی تربیت کا فیہ ہے۔

حضرات! نوعیت تعلیم کے متعلق بعض نیک و دل مقدس لوگوں کا خیال ہے کہ عورتوں کو صرف مذہبی تعلیم دینا کافی ہے، انکو سرکاری و فکری تعلیم ملنا درست کرنی نہیں ہے۔ بعض اصحاب کا خیال ہے کہ عورتوں اور مردوں کے مختلف فرائض زندگی کے لحاظ سے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم میں فرق ہونا چاہیے، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ دونوں کی تعلیم یکساں ہونی چاہئے کیونکہ قدرت نے عورت اور مرد کے فرائض میں کوئی کمی نہیں کی ہے۔

حضرات! میں اس وقت عورت مرد کے فرائض میں کوئی فرق نہ کرتا اور ان کا فرق دکھانا نہیں چاہتا میں تو اپنے خیال اور سمجھ کے مطابق جب افراد قوم کے مختلف اور مجموعی حالات پر نظر ڈالتا ہوں تو مجھ کو یہ رائےیں خواہ وہ بجائے خود کیسی ہی صحیح اور درست خیال کی جاتی ہوں مگر افراط و تفریط سے خالی نظر نہیں آتیں۔ اکثر لوگ محض اپنی خاندانی حالات یا چند متعارف خاندانوں کے حالات اور اپنے مذاق کو پیش نظر رکھ کر اسے قائم کر لیا کرتے ہیں۔ حالانکہ قوم ایک مجموعہ کا نام ہے جس میں غریب و امیر حاکم و محکوم تاجر و کاشتکار سب ہی قسم کے پیشہ ور خاندان شامل ہیں اور سب کی حاجتیں اور ضرورتیں ایک دوسرے سے مختلف اور جدا ہیں پس ایسے مختلف احوال خاندانوں کی مستورات کے لئے صرف ایک ہی قسم کی تعلیم کہاں تک انکی کاروبار زندگی کی نظر سے مفید اور کارآمد ہو سکتی ہے؟

اور انکو کسی ایک نصاب کا پابند کرنا کیونکر اونکی حاجتوں اور ضرورتوں کو پورا کر سکتا ہے خصوصاً یونیورسٹی کے نصاب تعلیم کا بار عظیم ستورات پر ڈالنا ایک شدید ترین ظلم سے تعبیر کیا جاسکتا ہے کیا یونیورسٹیوں کے نصاب کا بنیاد اصول اغراض و مقاصد پر مبنی نہیں ہے؟ اور کیا طلبہ کے رجحان و طبیعت اور ملک کی اصلی ضرورتوں اور حقیقی حاجتوں پر مبنی ہے؟ جب وہ بحالت موجودہ اپنے غیر منفید ہونے کے اعتبار سے مردوں کے درد دل کی دوا نہیں ہو سکتا تو اس نئے ستورات کا کیا خاک مدد او ہو سکتا ہے۔

تعلیم نسوان کے متعلق میرا خیال ہے کہ اونکا فرائض زندگی کو ملحوظات نصاب تعلیم میں فرق ہونا لازمی اور فروری ہے مگر عورت مردوں کی قابلیت اور مذاق کے اعتبار سے اتنا عظیم فرق ہونا چاہئے جو کاروبار زندگی اور علمی و تحقیقی بین میں ایک کو دوسرے کی اعانت و مشورہ سے محروم کر دے۔ میرے معزز دوست جناب شیخ عبد اللہ صاحب اور دیگر حضرات جنکا ہاتھ میں تعلیم نسوان کا براہ راست انتظام ہے۔ وہ محکو معاف کریں اگر میں یہ التماس کروں کہ مروجہ نصاب ہائے تعلیم جو فی الحال مدارس نسوان میں زیر درس ہیں وہ کسی طرح ان اہم مقاصد کے پورا کرنے کی اپنے اندر صلاحیت نہیں رکھتے جو بزرگان قوم اور ہم سب کے مطلع نظر ہیں۔ سب سے پہلے مذہبی تعلیم پر غور کیجئے جو عام تعلیم کا جزو اعظم ہے اور تحصیل علم میں مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے لازمی اور مقدم چیز ہے۔ یہ سچ ہے کہ کوئی اسلامی درس گاہ اور مدرسہ نسوان ایسا نہیں جہاں دینیات کی تعلیم جاری نہ ہو اور کتب دینیات کا ایک سلسلہ موجود نہ ہو مگر میں اس پر بھی یہ ماننے کو تیار نہیں ہوں کہ یہ مذہبی تعلیم عورتوں اور اونکے آئندہ و موجودہ ہونہار بچوں کے حالات اور ضروریات کو ملحوظ

کافی ہے اور اپنے نتائج کے اعتبار سے مذہب کا صحیح خیال و اذعان
 انہیں پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ عام طور پر مذہبی تعلیم کا منشا صرف اس قدر سمجھا
 گیا ہے کہ طلباء کو ضروری مسائل نماز و روزہ اور جائز و ناجائز اشیاء پر وقت
 کر دیا جائے حالانکہ ضرورت اور سخت ضرورت اسکی ہے کہ نصاب تعلیم
 میں مسائل نماز و روزہ وغیرہ کے ساتھ فقر و شرک اتفاق و بدعات رسوم
 باطلہ اور اہام فاسدہ کی خرابیاں جو قوم میں عام طور پر پھیلی ہوئی ہیں اور انکی
 بربادی کا قومی سبب ہیں موثر طریقہ کے ساتھ بتائی جائیں اور خواتین سلف
 کے واقعات سے ان پر روشنی ڈالی جائے وحدت فی الذات وحدت
 فی الصفات اور استحقاق عبادت الہی کا ذکر مختصر مگر وضاحت کے ساتھ
 دلنشین پیرایہ میں لکھا جائے تاکہ بچیاں جو آئندہ مائیں اور بیویاں بننے والی ہیں
 سمجھ سکیں کہ صرف وحدہ لا شریک لہ کی ایک ذات پاک ہی قابل پرستش
 ہے اور صرف اسی کی سرکار لائق اطاعت ہے جس شخص کے دل میں محبت و
 خوف الہی گھر کر جاتا ہے وہ تمام معبودان باطل اور اصنام طلائی کی غلامی
 سے آزاد اور تمام جہان کے لوگوں سے بخوف ہو جاتا ہے۔ یہ ہی حقیقی اور سچی
 آزادی ہے جسکا نام حریت اسلامی ہے یہ ہی وہ اصطلاح یعنی حندائی
 رنگ ہے کہ جہان ایک مرتبہ آدمی کی روح اور طبیعت پر چڑھ گیا پھر کہی
 زائل نہیں ہوتا **صَبَّغَهُ اللَّهُ بِمِنْ أَحْسَنُ مِنَ الْمَدْيِ** تھو نہ کوئی دوسرا رنگ اس پر
 غالب آ سکتا ہے۔ کیا یہ واقعہ نہیں کہ ایک معمولی بوڑھی عورت و حضور رسالت
 مآب صلعم کے جانشین اور ایک زبردست خلیفہ اسلام حضرت عمرؓ کو علانیہ
 تحقیف مہر کے سلسلہ پر ٹوک دیا اور صاف طور پر انکی رائے سے اختلاف کیا
 اور اپنے یہ سنکر ارشاد فرمایا **”هَذَا الْعُجُوزُ أَفْقَهُ مِنَ الْعَمْرِ“** یہ بڑھیا عمرؓ سے زیادہ فقیہ

آزادی اسکا نام نہیں ہے کہ خواہ مرد ہو یا عورت بے باک یا بے پردہ ہو کر قوانین اخلاق و انسانیت سے بے پروا ہو جائے۔ اور بزرگوں کے ادب اور رضا جوئی کو بالائے طاق رکھ کر بندہ نفس بن جائے اور یورپ کی اندھی تقلید میں اوسکو بڑے بھلے کی بھی تیز باقی نہ رہے کہ نفس ہیچ بشر خالی از خطا نہ بود۔

انصاف تعلیم میں لازمی طور پر تاریخ اسلام بھی داخل ہونی چاہئے جس میں ازواج مطہرات بنات عالیات صحابیات مقدسہ کے حالات اور اسکا کرام کی ایسے واقعات پر تاثر بیان کے ساتھ درج کئے جاویں جو غیرت و حمیت دینی حقوق زوجین۔ سلیقہ مندی۔ قوت انتظامی۔ ستحس خود داری۔ محب قومی و ملی۔ سادہ زندگی۔ کفایت شعاری اور حسن معاشرت کا سبق دین اور یہ اوصاف حسنہ انہیں عملاً پیدا کرنے کے باعث ہوں۔ تاکہ وہ فیشن پرستی فضول خرچی بچاؤ انا اور مخرب اخلاق و معاشرت طریقوں کے زہر آلود ہلاکت آفرین اثر سے اپنے اور اپنے بچوں کی حفاظت کر سکیں اور اپنے کو اور اپنے بچوں کو مفید ملک و ملت بناسکیں۔ اس زمانہ کی غیرت انگریز بچاؤ آزادی پر نظر کر کے بد اختیار محکمہ آیت شریفہ یاد آ جاتی ہے صدق اللہ تعالیٰ و اذ اوردنا ان نملک قریبہ امرنا مثر فیہا ففسدوا فیہا فحق علیہا القول فانقرنا ہا ما تمیرا۔ جب ہمکو کسی قریب کا ہلاک کرنا منظور ہوتا ہے تو ہم اُس کے خوش حال لوگوں کو حکم دیتے ہیں پھر وہ اس میں نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں اور ہماری حجت اُن پر تمام ہو جاتی ہے پھر ہم اس بستی کو مار کر تباہ کر دیتے ہیں۔

حضرات! میں بعض مریبان تعلیم کی تحریروں اور تقریروں میں فنون لطیفہ یعنی تعلیم موسیقی و تصویر کشی کا ذکر چڑھتا اور سنتا ہوں جو لوگ اذیت

عیش و تفریح کے غالب عنصر ہیں میں اونکی ناقدی نہیں کرتا میں اس وقت اُنکے فائدہ اور نقصان کا موازنہ کر کے آپ کو دکھانا نہیں چاہتا نہ شرعی بحث چھیڑنا چاہتا ہوں آپ خوشی سے مناظر قدرت کی تصویر کھینچنا اونکو سکھائیے۔ خوش آوازی کے ساتھ قرآن مجید و اخلاقی و قومی نظائیں پڑھنے کی اُنکو تعلیم دیجئے میں صرف یہ گوشگزار کرنا چاہتا ہوں کہ اُن شعبہ صنعت و حرفت کی توسیع کی طرف زیادہ توجہ کیجئے جنکی تہ میں حصول دولت اور قومی تمول کا راز مخفی ہے اور جنکو حاصل کر کے ایک قلیل زمانہ میں معمولی آدمی ایک بڑا آدمی اور خوش حال یا دولت مند بن سکتا ہے۔ افسوس ہے کہ حزب العمال یعنی پیشہ ور ادنیٰ طبقہ کی طرف جو قومی ترقی کے جسم میں بہنر رہیہ کی پڑی کے ہیں اسوقت تک حامیان تعلیم نے التفات نہیں کیا ہے یا بہت ہی کم کیا ہے میرا خیال تو مردوں کی نسبت بھی یہی ہے کہ اگر موجود تعلیم کو ساتھ ہی ساتھ صحیح اصول پر صنعت و حرفت و تجارت کی تعلیم کا بھی سرگرمی کے ساتھ انتظام کیا گیا ہوتا اور اُسکو تمام ملک میں فروغ دینے کی کوشش کی گئی ہوتی تو اب تک یہ سیڑھی مصیبتیں اور تکلیتیں دور ہو گئی ہوتیں اور جن مطالبات کا بلند آہنگی کے ساتھ آپ اعلان کیا کرتے ہیں انہیں سے کم سے کم دس فیصدی بلامنت غیرے آپ باسانی حاصل کر لیتے اور سیکڑوں اور ہزاروں روپیہ جو جلسوں کے انعقاد اور آراستگی میں صرف ہو جایا کرتا ہے۔ اور ہر سال ریلوے ڈپارٹمنٹ کی آمدنی میں بیش از بیش اضافہ کا باعث ہوتا ہے۔ اوسمیں ایک بڑی خدنگ کمی ہو جاتی اور اسی نسبت سے قومی و ملکی دولت میں زیادتی ہو جاتی۔ ضرورت ہے کہ نصاب تعلیم میں صنعت و حرفت کا حصہ زیادہ کیا جائے اور اس کی

ترقی میں زیادہ کوشش کی جائے۔ تعلیم نسوان کے لئے ایک ضروری اور مقدم شرط یہ ہے کہ جو نصاب تعلیم مرتب ہوگا وہ میں ہو تاکہ مکمل تعلیم مادری زبان میں دی جاسکے اور انگریزی زبان بطور ضمنی زبان کے رکھی جائے۔

حضرات! آپ کے سامنے عثمانیہ اردو یونیورسٹی کی عظیم الشان تحریک موجود ہے جو عالم اسلامی کی محسن اعظم اعلیٰ حضرت اقدس محی الملک والین منراکزاٹڈ ہائٹس حضور نظام خلد اللہ ملکہ کے جانب سے ملک میں شائع ہوئی ہے۔ اعلیٰ حضرت کا یہ ایک ایسا جلیل القدر کارنامہ ہے جو بلا خوف مخالفت کہا جاسکتا ہے کہ اپنے منفعت کثیر اور قومی ضرورت کی لحاظ سے شاہان سلف کے کارناموں پر بھی سبقت لیگیا ہے ایک حتم حقیقت میں کے نزدیک درحقیقت قومی تعلیم کا فطری اور حقیقی واحد اصول یہ ہی ہے جس کو مشور خسرو می (چارٹر) نے اعلیٰ حضرت کے دستخط خاص سے فرین ہوکر ملک نمایان کر دیا ہے۔ انشاء اللہ العزیز جس وقت یہ عظیم الشان کام باحسن مجاہدہ سرانجام پا جائیگا تو جس طرح وہ قوم کے مردوں کو معراج ترقی پر پہنچانیکا ذریعہ ہوگا۔ اسی طرح وہ خواتین اسلام کے لئے خیر و برکت کا وسیلہ ثابت ہوگا حیدر آباد میں خدا کے فضل سے اب بھی تعلیم نسوان میں وزافروں ترقی ہو رہی ہے ابتدائی مدارس اور ٹریننگ اسکول کے قائم کرنے کی نسبت فرمان منظوری صادر ہو چکا ہے مدرسہ نسوان علی گڑھ کو پہلا سم اعلیٰ حضرت بلاسعی و سفارش ایک دائمی عطیہ مرحمت فرما رہے ہیں۔ حضور سرکار عالیہ ہوپال دام اقبالہا بھی اپنے صدارتی ایڈریس میں دہلی کانفرنس کے موقع پر مادری زبان کی تعلیم کی طرف خاص طور پر اٹھا

میں توجہ دلا چکی ہیں کہ میرے خیال میں جب تک تعلیمی کتب کا سلسلہ اپنی مادی زبان میں نہوئی قوم کی تعلیم کا مکمل ہونا مشکل ہے اور بالخصوص عورتوں کو جنکی کم عمری میں شادی ہو جائیگا عام رواج ہو۔ غیر زبان میں باقاعدہ تکمیل تعلیم کرنا مشکل ترین امر ہے۔“

حضرات! اب آئیں اسلامی تربیت کے انتظام کے متعلق بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں یہ آپ سب کو معلوم ہے کہ زمانہ برقی سرعت رفتار کے ساتھ بدل رہا ہے نظام سلطنت میں ایک عظیم سیاسی انقلاب ہو رہا ہے جس کا اثر بہت کچھ وسیع اور پائدار ہو گا۔ جبری تعلیم کا بھی آغاز ہو گیا ہے جو ابھی تک مختصر رقبن میں مردوں تک محدود ہے مگر وہ وقت دور نہیں ہے جبکہ وہ مستورات کو بھی اپنے ظل حمایت میں لے لیگا۔ اگر آپ کا نصاب تعلیم رفتار زمانہ کے مطابق مکمل اور حقیقی ضروریات مذہبی پر حاوی ہو گا اور اسلامی تربیت کا خاص طور سے انتظام تکمیل کو نہ پہنچے گا تو آپ کے پاس اسکی کیا ضمانت ہے کہ زمانہ کا وسعت پذیر اثر اور مشنری سوسائٹین کی روز افزون کوشش یہ دونوں ملکر آپ کے گھروں کی چار دیواری کو اندر اپنا کوئی عمل حل نہ پیدا کر سکیں گی۔ تربیت فی الحقیقت تعلیم پر بھی مقدم ہے بقول ایک یورپین فاضل کے ”کسی شخص کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ عالم تربہ ہو یا ر و متدلیکہ بھی ضروری ہے۔ وہ عقلمند ہو مگر لازم ہے کہ وہ ایسا انداز اسلام نے اپنے زمانہ عروج میں جن بے پناہ ہتھیاروں کو دنیا کے قلوب کو مسخر کیا وہ اسی اسلامی تربیت و اخلاق کے کارخانہ میں ڈھال دی گئے تھے۔ تلوار کی ضرب اور بندوق کی گولی تو بعض اوقات خالی بھی جاتی ہے۔ مگر یہ وہ بے پناہ اسلحہ ہیں جنکا وار کبھی خالی نہیں جاتا حضرت

عبداللہ بن زبیر نے عرصہ کارزار میں جب ہوا کا رخ پلٹا ہوا دیکھا اور غنیم کا ہر طرف غلبہ نظر آیا تو انھوں نے اپنی والدہ محترمہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے جو جناب رسالت مآب صلعم کی سالی تھیں مشورہ کیا کہ آپ کیا فرماتی ہیں؟ میں ہتیار ڈال دوں یا لڑ کر مر جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم اپنے نزدیک حق پر ہو تو حق سے مجھ پھیرنا کیسا اور اگر تم ناحق پر ہو تو تم نے جو کچھ کیا اوسکا وبال تم پر ہے، اللہ اکبر جسکی ماں ایسی تربیت یافتہ حق پرست راست باز اور مضبوط کمر کی ہو ظاہر ہے کہ اوسکا بیٹا کیسا ہوگا۔ حضرات! تربیت سے بڑھ کر قوی الاثر اور پائدار اور دل میں ہر اس بات کرنیوالی چیز نہ کوئی تعلیم تہی ہو سکتی ہے نہ کسی بڑے سے بڑی شخص کی نصیحت پیروی و نقل ہمیشہ مثال ہی کی کجائی ہے قول کی بہین کجائی حقیقی اور فطری تعلیم گاہ آغوش مادر ہے اور بچہ کی اہت رانی زندگی اُسندہ زندگی کی تمہید ہے۔

پس ضرورت اور سخت ضرورت ہے کہ متعدد ڈریننگ سکول کھولے جائیں۔ ان میں صحیح اصول پر حقیقی اسلامی تربیت کا انتظام کیا جائے۔ اور وہ روشن دماغ دور اندیش اور اسلامی اوصاف سے متصف لوگوں کی زیر نگرانی ہو۔ اور ان میں ایسی اُستانیات تیار کی جائیں جو اپنی اسلامی عملی زندگی کا اثر ان لڑکیوں پر جو آئندہ بیویان اور مائیں ہونیوالی ہیں ڈال سکیں۔ منتظمین تعلیم نساوان کی خدمت میں میری گزارش ہے کہ وہ سرگزین مدارس نساوان کی فضیلت و کامیابی کو اس مختصر نہ سمجھیں کہ امسال اتنی لڑکیوں نے مڈل پاس کیا اور اتنی میٹرک کے امتحان میں کامیاب ہوئیں۔ بلکہ وہ وجہ فضیلت اور اصلی کامیابی علمی اور عملی حیثیت سے اور نہ مقاصد کی

مکمل قرار دین جو خود انکا اور ہم سب کا نصب العین ہے بڑا امتحان تو یہ ہے کہ وہ اپنے خاندان اور قوم کی آزمائش میں پوری اور ترین اور اپنے فرائض زندگی کو حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیکر اپنی کامیابی کا ثبوت دین ایسی ہی خواتین کے حالات کامل سنہ ہو سکتے ہیں۔ جبکہ بلند آہنگی کے ساتھ ہر سالانہ رپورٹ میں اعلان ہونا چاہئے۔ میں اس موقع پر اپنی دلی رنج کا اظہار کرو بغیر نہیں رہ سکتا مجھ کو افسوس ہے کہ جلسوں میں تقریریں نہ سنیں تو بہت کچھ ہوتی ہیں۔ صدارتی ایڈریس بھی دئے جاتے ہیں مگر اون پر غور و عمل کرنے کی مین کوئی مثال نہیں پاتا۔ دنیا کی کل باتوں سے نہیں چلتی بلکہ عمل سے چلتی ہے۔ بہر حال خدا ہم سب کو توفیق رفیق عطا کرے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ایک خبیثہ

گذشتہ مہینے میں علیا حضرت نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ تاج ہند جی، سی، آئی، آئی، جی، سی، آئی، امی، جی، بی، اسی فرمان رواے بہوپال دام ملکہا نے ”خیر جاریہ“ کی ایک ایسی مثال قائم کی ہے جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے مسلمانوں میں پہلی مثال ہے اور اس قابل ہے کہ دولتمند خواتین اسلام اوس کی پیروی کریں۔

علیا حضرت نے یہ محسوس فرما کر کہ مسلمان بچے جناب سالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے تاریخی حالات سے ناواقف رہتے ہیں اور اون کو تعلیم مدارس کے سلسلہ میں ایسا کوئی موقع نہیں ملتا کہ وہ کم سے کم اس ضروری

مقدس تاریخ سے ہی واقفیت حاصل کر لین اس بنابر علیا حضرت (ایک
خیر جاریہ کا سلسلہ قائم فرمایا جس کا اظہار حضور ممدوحہ کے ہی الفاظ میں
بہت زیادہ دلنشین ہو گا۔ اس لئے ہم ذیل میں اس انتظام کو متعلق اس
شفق مبارک کو درج کرتے ہیں جو حضور ممدوحہ نے اپنے نو نظر فرزند
نواب زادہ میجر حاجی محمد حمید الدخان صاحب بہادر بی (اے علیگ)
کے نام تحریر فرمایا ہے۔

سعادت نشان نواب زادہ میجر حاجی محمد حمید الدخان صاحب بہادر
بی، اے چیف سیکریٹری بارسلہ اللہ تعالیٰ

بعد دعوات فریاد حیات مطالعہ باد۔

۱۔ چونکہ ہر مسلمان طالب علم کو حضرت رسول اکرمؐ خاتم النبیین
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت مبارک اور اسلامی روایات و تاریخ سے
واقف ہونا نہایت ضروری ہے اور اردو میں ہماری نظر سے کوئی ایسی کتاب
نہیں گذری جو بطور نصاب اوقات تعلیم مذہبی میں پڑھائی جاسکے اور
اوس میں تمام ضروری معلومات جمع ہوں۔ اس لئے ہم نے شاہ بانو
سلمہا کو ہدایت کی کہ وہ ایسا سلسلہ مرتب کریں۔ ہمارے دفتر سران کو
مدد دی جائے جو مسودہ تیار ہو وہ مستند اصحاب کو بغرض اصلاح دکھایا
جائے۔ الحمد للہ کہ انھوں نے ہماری ہدایت کے مطابق اس سلسلہ کی
پہلی کتاب ذکر مبارک مرتب کی جو بہت پسند کی گئی اور بعض اسلامی
مدارس نے اسکو بطور نصاب کے اپنے یہاں جاری کرنا پسند کیا۔

۲۔ ایسی کتابوں کی تیاری اور انکی اشاعت و تعلیم نواب و

ظلال

درجہ اولیٰ مرتبہ ۱۶۰ قیمت مع محصول کار مرتبہ مجاہدین زمینی

جلد ۱۹ جلد ۱۹

فہرستِ مآئین

(۱) سپہ سالار وینلز لیڈیز کلب ہویال میں (۲) مسلمانوں کی جان اور اسکی اصلاح

نبت آریمل خواجہ غلام الثقلین رحمۃ اللہ علیہ

(۳) دو دو میں سے کسی ایک کا پتہ

آختر دوزخ صاحبہ ۳۳۳

(۴) تباہی کے نقصانات

پروین بیگم، دوست الٰہیہ، ایم۔ اے۔ ۳۳۳۳

(۵) کلیم اور اوس کا عزم

ጥቅም

(۲) پیغام شرفیت

תת-תת

10-11-12

مولوی محمد مدنی صاحب

١٢٩

(۸) لکھنؤ

۱۰۰

ایک یادگار طبع

(الف) تقریر علیٰ جناب بیہوشہ سلطان شاد

باز میگردد

(ب) تقریریں تنوعاً علیا حضرت ہر ایک نے اب

سلطان جهان بیگ مقبول بندگی سی ۱۲۲

فیس آئی، سی آئی، آئی

۱۰۱۱ کی طرف سے جو مقرر کیا گیا

ج. تقریباً بیاض و صاف (سرخ)

لیسہ دینکلم ہونا

ازدین

طبع سلطان احمد علی بابا تمام مشتمل بر اربع مجلد است بطبع و تصنیف میرزا محمد تقی خان

قیمتیں پرچہ (۴)

کتبہ الطوائف

مقاصد و قواعد وضوابط

(۱) اس رسالہ کا مقصد خوانین ہند میں اشاعت و ترویج تعلیم اور اونکے لئے مفید و کارآمد معلومات کا فراہم کرنا ہے سیاسی مضامین یا ایسی مشق جو خلاف ادب و جیاہوں یا جس کے مذہبی منافرت و تعصب پیدا ہو یا ذہنیات پر مبنی ہوں شائع نہیں کئے جائیں گے۔

(۲) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینہ میں ایک مرتبہ ریاست ہویال سے شائع ہوگا

(۳) قیمت سالانہ مع محصول ڈاک سے بھر دو یہ حالت میں پیشگی ایجاویگی۔

(۴) مضامین کے متعلق تمام خط و کتابت ڈیڑھ کو نام اور ترسیل اور ڈیڑھ کو نام پانچویں کے نام میں کیا کرے
زمانہ مراسلت قہرتم کی ڈیڑھ ایس نطل السلطان کے نام سے ایجاوے۔

(۵) تمام اصحاب و خوانین سوائے اس جو کہ خط و کتابت میں نام و پتہ نہ لکھ سکتے

تحریر فرمائیں مضمون نگار براہ مہربانی مضامین کے خط میں اور فتح کے ایک کلمہ پر تحریر فرمائیں
مضمون نگار خوانین کا نام اگر اجازت دیجائیگی تو ظاہر کیا جائیگا ورنہ نہیں۔

(۶) بہترین مضمون نگار خوانین کو ہر سال ۷ ارب سح الاول کو جو حضور سرکار عالیہ

فرما کر ابھوئی کی سالگرہ مناسبتی کی تاریخ سعید سے ایک خطہ موعوم بہ سلطانینہ پرائز دیا جائیگا
مضمون کا انتخاب ایڈیٹر کلب کی منتخب کمیٹی کریگی۔

اعلیٰ مضامین پر فی خطہ نطل السلطان ۸ سے لیکر ہر تکرار جرت و بجائیگی اور

مضامین اجرتی کا فیصلہ ایک کمیٹی کریگی جو نہایت قابل اصحاب کے مرکب ہے ان طالبات داریں

اناث کے لکھو نطل السلطان میں بقصد بنی ایڈیٹر پرنٹرنٹ یا سول مضامین لکھ کر

بہترین تین العام خطہ خطہ کے مقرر میں جو سالانہ تقسیم ہونگے۔

(۷) اگر رسالہ کا کوئی نمبر پہنچے تو تاریخ اشاعت سے دس دن کے اندر طلب

فرمائیں اسکے بعد تعمیل ناممکن ہے۔

ظلال السلطان

نپرس آف ویلز لیڈر کلب ہوپال کا ایک قابل یادگار جلسہ

۱۹ جنوری کو ہجوپال کے مشہور لیڈر کلب میں ایک نہایت شاندار جلسہ منعقد ہوا جس میں ہجوپال کی تمام معزز منتخب خواتین جن میں مسلمان، ہندو، پارسی، اور عیسائی سب شامل تھیں سنرڈوس (ایلیہ پولیٹیکل ایجنٹ) اور دوسری یورپین لیڈر بھی مدعو تھیں جب کلب کا وسیع ہال تمام خواتین سے معمور ہو گیا تو علیا جناب میمونہ سلطان شاہ بانو صاحبہ نے فتح برطانیہ پر تہنیت و مبارک باد کے زریویشن پیش کرنے سے جلسہ کا آغاز کیا۔ اس زریویشن کی جناب آبرو بیگم صاحبہ سرکری کلب نے تائید کی۔ اس کارروائی کے بعد علیا حضرت نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ تاج ہند جی ایس، ایس، آئی جی سی، آئی ای، جی بی، بی، ای، فرمان روا سے ہجوپال وام انجیلما نے تربیت مادری کی ضرورت پر ایک نہایت اہم تقریر ارشاد فرمائی۔

جب علیا حضرت اینی تقریر ختم فرما چکیں تو سرکری صاحبہ کلب نے ایک نہایت پر جوش تقریر میں علیا حضرت کا شکریہ ادا کیا۔ جلسہ ختم ہونے کے بعد علیا حضرت کے حکم سے اردو و ہندی، اور انگریزی کی متعدد کتا بوں کے سیٹ تقسیم کئے گئے۔ یہ کتا بن علیا حضرت اور علیا جناب میمونہ سلطان شاہ بانو صاحبہ کی تصنیف و تالیف تھیں۔ اس کارروائی کے بعد تمام خواتین گارڈن پارٹی میں شریک ہوئیں اور تقریباً چار گھنٹہ کے بعد یہ جلسہ ختم ہوا۔

اب ہم ذیل میں ان تمام تقریروں کو سلسلہ سلسلہ درج کرتے ہیں۔

ادوٹر

تقریر علیا جتیمینو سلطانہ بانوبیکم جمع روز لیوشن

میں حضور عالیہ کی اجازت اور خواتین کلب کی دلی خواہش سے آج کے جلسہ کی کارروائی ایک نہایت اہم روز لیوشن سے شروع کرتی ہوں جس کی نسبت مجھے یقین ہے کہ یہ مجمع جس میں تمام مذہب ملت کی چیدہ خواتین موجود ہیں بڑے جوش و دموت سے تائید کرے گا۔

خواتین ۱۹۱۴ء سے یورپ میں جو سخت جنگ طاری تھی اور جسکی مصیبتیں اور تباہیاں ہم سب کو اچھی طرح معلوم ہیں اور ابلان کا اعادہ ایک تکلیف دہ کام ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ سلطنت برطانیہ اور اسکے اتحادیوں کی کامیابی اور فتح مندی کے ساتھ انجام پذیر ہوئی اور اس نتیجہ پر ہم سب کو جس قدر خوشی اور ناز ہو چکا ہے۔

اس جنگ کی خصوصیت ہمیشہ یادگار رہی کہ ہماری انگلستانی بہنوں نے جن میں ہر خزانہ اور درجہ کی خواتین شریک ہیں اپنی گونا گوں امدادوں سے اس لڑائی کو کامیابی کی منزل تک پہنچایا ہے اور صنف ضعیف کی محنت اور جدوجہد سے اس شدید ترین جنگ کی فتح عظیم میں نمایاں حصہ لیا ہے۔ اس جنگ میں جس طرح ہندوستانی سپاہیوں نے اپنی بہادری و وفاداری کو جو ہر ظاہر کئے ہیں اسی طرح ہندوستان کی عورتوں نے بھی لڑائی کے مختلف چندوں اور خصوصاً زخمیوں کی امدادوں کا سامان میں شرکت کر کے اپنی شرافت و جذبات بھر دی و وفاداری کو ظاہر کیا ہے۔

ہمارے کلب نے بھی مختلف طریقوں سے اپنی امکانی امداد و خدمت پیش کی ہے اسلئے وقت اور ایسے موقع پر کہ ہمارے سب کے دلوں کو خاتمہ جنگ اور فتح برطانیہ نے مسرتوں سے معمور کر دیا ہے اور ہمارے کلب کا یہ عظیم مجمع ہے میں یہ روز لیوشن پیش کرتی ہوں۔

روز لیوشن

پرنس آف ولز لیڈز کلب ہسپتال کا یہ جلسہ ملک معظم ہند اور ملکہ معظمہ ہند کی بارگاہ میں اپنی مخلصانہ وفاداری کے ساتھ اس فتح عظیم پر تہنیت و تبریک پیش کرتا ہے اور اپنی انگلستانی بہنوں کی اس اولیٰ العزمی اور ہمت پر جو انہوں نے اس جنگ میں نمایاں کی ہے داد دیتے ہوئے مبارکباد دکتا ہے۔

تقریر

علیٰ حضرت جناب نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ تاج ہند
جی، سی، ایس، آئی، جی، سی، آئی، ای، جی، بی، ای، دام ملکما و اقبالہما

بجلسہ لیز کلب ہوپال

منعقدہ ۶-۷ جنوری ۱۹۱۳ء

خواتین! گذشتہ ۹ سال میں جب کہ آپکا کلب قائم ہوا ہے اگرچہ ذہنی و
دماغی شگفتگی اور تفریح و دلچسپی کے اسباب اس میں فراہم کئے گئے، علمی
مشاغل کا بھی سلسلہ قائم ہوا لیکن ان سب امور میں وہ دلچسپی جو ممبروں کو
ہونی چاہئے بہت ہی کم نظر آتی ہے۔

کلب کی رفتار ترقی ایسے اندازہ سے قائم ہو گئی ہے جو میری خیال کے
مطابق کامیابی و ناکامیابی کے درمیان ہو مگر میں اس حالت کو بے حسی
یا بے توجہی کا سبب نہیں جانتی کیونکہ میں واقف ہوں کہ آپ سب کو
اپنے گھر، کونڈیچن اور خاوندوں کے بھی بہت کام ہیں اور بہت سی
خانہ داری کی ضرورتیں ایسی ہیں جنکی پوری ذمہ داری آپ پر ہو اور آپ کے
کلب کی سیکریٹری میرے سامنے آپکی محبوبان ہمیشہ ظاہر کرتی رہتی ہیں اور

اسمیں شک نہیں کہ یہ ذمہ داری اور یہ کام جسکی وجہ سے آپ کلب کی پوری حاضری سے معذور رہتی ہیں بیٹھنٹن، کروکے، اور ٹینس وغیرہ سے بدرجہا مفید اور ضروری ہر کلب کی عورت کا مقدم کام وہی ہے لیکن آپ کلب کا مقصد صرف تفریح اور دلچسپی نہیں ہے بلکہ اسمیں اور بھی بہت سے مقصد پیش نظر ہیں جنکا واسطہ ان ہی باتوں سے ہے جن سے گھڑن کے اندر خوشی و مسرت حاصل ہوتی ہے۔ بچوں کی عمدہ پرورش اور تربیت میں مدد ملتی ہے اور گھر کی رونق ہو جاتی ہے اور اس طرح نسوانی خوبیاں جلا پاجاتی ہیں اور چمک اٹھتی ہیں مثلاً دستکاری، صنعت کا سیکھنا، بجائے خود گھر کی ضرورت اور گھر کا مشغلہ جو جس سے سلیقہ معلوم ہونے کے علاوہ بہت سی چیزوں کی خریداری میں بھی کفایت ہوتی ہے چونکہ آپ کا رجحان ایسے امور کی طرف زیادہ ہے اسی وجہ سے آپ کلب میں ہاؤس پر یہ التزام بھی رکھا گیا ہے کہ ان امور پر لکچر ہوتے رہیں تاکہ آپ کو نئی نئی معلومات حاصل ہوں۔ حفظانِ صحت اور صفائی کے لیکچر آپ کی معلومات بڑھائیں اور ان سے آپ اپنے گھروں کو صاف رکھ کر اپنے بچوں کو بہت سی اُن بیماریوں سے جو محض ان باتوں کے نہ جاننے سے پیدا

ہوتی ہیں محفوظ رکھ سکیں۔

عموماً مسلمان عورتوں کی مذہبی تعلیم بھی بہت معمولی ہوتی ہے اس لئے ان کو مذہب کے متعلق احکام جاننے کی اور بھی زیادہ ضرورت ہے لیکن گھر بار والی بیبیاں کتابی تعلیم کا وقت نہیں نکال سکتیں پس ان کے لئے یہی بڑا ذریعہ ہے کہ وہ ایسی تقریروں سے فائدہ اٹھائیں اور اسی لئے غلط کا طریقہ نکالا گیا تھا اور جیسا کہ آپ کو خود علم ہے کہ ۱۹۱۷ء میں اسی خیال سے بین مذہبی لکچروں کا ایک سلسلہ جاری کیا تھا اور میں خود ہر ہفتہ آپ کے سامنے ایک تقریر کرتی رہتی تھی اور ان ہی تقریروں کا مجموعہ بالآخر ایک کتاب ”سبل السبل“ کی صورت میں تیار ہو گیا، جو سال گذشتہ سے آپ کے مطالعہ میں ہی ہے، اور انشاء اللہ تعالیٰ ان مذہبی تقریروں کا سلسلہ پھر جاری کیا جائے گا۔

پس ایسے کاموں میں جن کا تعلق مذہب گھر، غنجان صحت اور تربیت سے ہو ان میں تو پوری دلچسپی لینی چاہئے۔

مجھ سے بعض خواتین نے سواری نہ ہونے کی وجہ سے بھی مجبوری کا اظہار کیا ہے۔ سب کے لئے تو نہیں لیکن بعض کے لئے یہ مجبوری بالکل صحیح ہے

اس لئے مین نے سواری کا انتظام کر دیا ہے اور کلب کے لئو دو گاڑیاں خرید کر مخصوص کر دی گئی ہیں جس سے یہ عذر رفع ہو جائے گا۔

خواتین! دنیا میں اولاد بڑی نعمت ہے اور ہم عورتیں اولاد کے لئے جتنا ایشار کرتی ہیں اس کے تو کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہماری تمام خوشیاں اور مسرتیں ان کی ذات سے وابستہ ہو جاتی ہیں لیکن اس کے باوجود بھی ہم سے محض تعلیم اور معلومات نہ ہونے کی وجہ سے جس طرح کہ چاہئے نہ تو ان کی پرورش ہو سکتی ہے اور نہ تربیت اور محض اس وجہ سے ہم کو اکثر کلیفون اور بے چینیوں کا سابقہ ہوتا رہتا ہے ہر مان کی یہ آرزو ہوتی ہے کہ اس کے بچے تندرست اور عمدہ اخلاق سے آراستہ ہوں لیکن پھر بھی وہ اس آرزو کے پورا ہونے کے اسباب نہ تلاش کرے تو کس قدر نادانی کی بات ہے اور کس کا قصور ہے مگر آپ کو ایسے اسباب تلاش کرنے کے لئے خاص انتظام اور دور جانے اور روپیہ صرف کرنے کی ضرورت نہیں صرف اتنی ضرورت ہے کہ ہفتہ میں دو دن تھوڑا سا وقت اس کے لئے مقرر کیا جائے۔

چونکہ اس سے پہلے جو ایمبولینس کلاس قائم ہوا تھا اور اس میں آپ نے نہایت دل چسپی ظاہر کی تو اسی وقت سے مجھے خیال ہوا کہ ایک ایسا سلسلہ قائم کیا جائے جس میں بذریعہ تفریون اور لکچرون کے ماؤن کو بچوں کی پرورش کرنے کے طریقے بتائے جائیں۔ میں ایسے کلاس قائم کرنے پر عرصہ سے غور کر رہی تھی اور میں نے اس مسئلہ پر بہت سے قابل لوگوں سے مشورہ کیا اور ایک سال ہوا کہ لیڈر جی جمسیفورڈ سے بھی اس کا تذکرہ ہوا تھا انھوں نے بھی اس کو بہت پسند کیا تھا کیونکہ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں عورتوں کی تعلیم اس قدر کم ہوا اور حفظانِ صحت کے اصول جاننے کی سخت ضرورت ہو وہاں تو ہر قبیلہ اور شہر حتیٰ کہ گاؤں تک میں بھی ایسا انتظام زندگی کی ضرورتوں میں داخل ہے۔

میں نے اس کلاس کو لکچرون کا ذمہ دار لیڈر جی ڈاکٹر اور بلقیسیہ سلطانہ اور وکٹوریہ اسکول کی ٹیچرون اور نیرینو سپل کی نرسون کو قرار دیا ہے جو وقتاً فوقتاً اور باری باری سے آپ کو لئے لکچر تیار کر کے لایا کریں گی اور چونکہ یہ سب اردو بھی جانتی ہیں اس لئے

عہدگی کے ساتھ تمام باتیں ذہن نشین کر سکیں گی اور پھر یہ لکچر ایک کتابی صورت میں شائع ہو جایا کریں گے۔

مجھے امید ہے کہ وہ مائین جو اپنے بچوں کے ساتھ سچی محبت رکھتی ہیں صبر و اس انتظام سے فائدہ اٹھائیں گی اور اگر یہ انتظام کامیابی کے ساتھ قائم رہا تو رفتہ رفتہ دوسری جگہ بھی اس کی پیروی کی جائے گی اور کیا عجب ہے کہ اس کامیابی کو دیکھ کر وسط ہند میں یہ تحریک پھیل جائے، اس طرح اس نیکی کی برکت اور عزت بھی سب سے پہلے آپ ہی کو حاصل ہوگی،

مجھے امید ہے کہ جو خواتین ان لکچروں میں شامل ہوں گی وہ رجسٹر میں اپنا نام درج کرا دیں گی اور جبکہ سواری کا انتظام بھی کلب کی طرف سے ہو گیا ہے تو بغیر سخت مجبوری کے کہی غیر حاضر نہ ہوں گی۔

علاوہ مذہبی تقریروں کے تربیت اولاد اور اخلاق کے متعلق پورے التزام کے ساتھ تو نہیں لیکن کہی کہی میں خود تقریریں

کرنے کی ذمہ داری کرتی ہوں اور میمونہ سلطان سلما بھی اس فرض و خدمت کے ادا کرنے کے لئے تیار ہیں نیز آپ کی سکرٹری کلب اور ان کی ہمیشہ بھی اس میں حصہ لینے کو آمادہ ہیں۔

یہ تو آپ کے کلب کا معمول ہی ہو رہا ہے کہ جو ممبر تعلیم یافتہ ہیں وہ کچھ نہ کچھ مفید تقاریر کرتی رہتی ہیں لیکن کمی اگر ہے تو پابندی کی اگر پابندی رہتی تو اس وقت تک کلب ہی کی تقاریر سے چست کتابین ایسی طبع ہو جاتیں جو دوسری ہندوستانی بہنوں کے واسطے نہایت مفید ہوتیں اور بہت ہی عمدہ معلومات بڑھاتیں مگر بہر ہی خدا کا شکر ہے کہ یہ کلب کچھ نہ کچھ مفید کام کرتا ہی رہتا ہے اور جب میں ان کلبوں کی حالت کو جو اسی مقصد سے اور جگہ بھی قائم ہیں سنتی ہوں اور اس کا مقابلہ کرتی ہوں تو یہاں کی حالت غنیمت نظر آتی ہے کہ اگرچہ عظیم الفرستی کے سبب سے سب ممبر خواتین مسلسل طور پر جمع نہیں ہوتیں مگر پندرہ بیس ہمیشہ آتی رہتی ہیں اور سال میں دس پانچ موقع پر تو تقریباً سب ہی جمع ہو جاتی ہیں۔

خواتین! اس وقت ہمارے کلب مین (۸۲) ممبرین
اور دو چار کے سوا ماشاء اللہ سب ہی صاحب اولاد ہیں۔ لہذا آئندہ
ہفتہ مین ایک تالیخ مقرر کی جائے جس مین وہ بچے جن کی تین برس
سات برس تک کی عمر ہو کلب مین مع اپنی ماؤن کے جمع ہوں اور ان بچوں مین
جس بچے کی صحت سب سے اچھی ہو اور جس کا لباس سب سے اچھا
خوش وضع مگر سادہ ہو ان کو انعام دیا جائے آپ کو خود ان بچوں کی
مائش سے یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ تربیت مادری کے کلاس کی
کیسی سخت ضرورت ہے۔

خواتین! عورت کے کاموں مین سوئی کا کام بھی بہت وقعت
اور قیمت رکھتا ہے معمولی طور سے سینا پر و ناتو سب ہی سیکھ لیتے
ہیں۔ لیکن سلیقہ، نفاست اور حسدت بھی ایک چیز ہے۔ مثلاً
آپ اپنے بچے کے لئے ایک ننھے کاغذ بناتی ہیں اور اسکو معمولی
طور پر سی دیتی ہیں لیکن اس کے اوپر ذرا سی ہیل یا چھوٹا سا پھول بنا دیتے
تو اس سے سلیقہ شعاری ظاہر ہوگی۔

یون تو غالباً آپ کے کلب میں کوئی ممبر ایسی نہون گی جو سینے پر ہونے سے ناواقف ہوں لیکن سوزن کاری جاننے کے لئے بھی کچھ تھوڑی محنت تھوڑے سی وقت اور کوشش کی ضرورت ہے۔ اور یہ کام آسانی سے کیئے کے لئے ایک کتاب موسومہ ننگ اردو میں یہیں طرح کرائی گئی ہے جو الہ آباد و پنجاب کے لیکسٹ بک کمیٹی نے نصاب تعلیم نسوان میں بھی شامل کر دی ہے اسی طرح معیشت و معاشرت اور دوسری کتابیں تربیت اولاد و انتظام خانہ داری وغیرہ کے لئے بھی ہیں نے خاص اہمیت کے حامل کے لئے تالیف کی ہیں لیکن میں دیکھتی ہوں کہ ہر خانوں میں مستفید ہونے کی استعداد نہیں رکھتی اس لئے یہ سلسلہ تفتاریہ شروع کیا گیا ہے اور ان خواتین سے جو لیکچرار قرار پائی ہیں اور نیز مسز بخش پرسنل سیکریٹری اور میوزن سلطان شاہ یا نوبکم سلما سے امید ہے کہ وہ آپ سب کو خصوصاً اور نوجو عورتوں کو وقتاً فوقتاً ایسے کام سکھاتی رہیں گی۔

خواتین! مجھے امید ہے کہ ضرور آپ کے دل میری ہمدردانہ تقریر کا

اثر قبول کریں گے۔ یہ جو کچھ ہے صرف آپ کے اور آپ کی اولاد ہی
 کے فائدے کے لئے ہے۔ اور جملہ خواتین سے توقع ہے کہ اس مجلس
 سے جو آپ کے کلب کی ایک شاخ ہے اور جس کا اس وقت افتتاح
 کیا جا رہا ہے زیادہ تر دلچسپی کا اظہار کریں گی۔
 اب ہم کو اس دعا پر جلسہ کو ختم کرنا چاہئے کہ خدا ہمارے کاموں میں
 برکت و بھلائی بخاری کوششیں مشکور فرمائے۔ آمین

تقریر

آبرو بیگم صاحبہ آنریری سکریٹری لیڈیز کلب

بہ شکریہ

حضور کار عالیہ دام اقبالہا

بہ جلسہ لیڈیز کلب منعقدہ ۶ جنوری ۱۹۱۹ء

حضور عالیہ!

میں نہایت ادب کے ساتھ حاضرین و ممبرہ خواتین کلب کی طرف سے
اسند عاکرتی ہوں کہ مجھے اس وقت کچھ عرض کرنے کی اجازت دیجیے
میں اگر اوان اصلی خیالات اور حقیقی جذبات کو ظاہر کرنا چاہوں جو نہ
صرف حاضرین کے دلوں میں موج زن ہیں بلکہ جہان تک کہ میرا علم ہے
اور جس حد تک کہ ہماری سب کی معلومات ہیں تمام انسانی دنیا میں
یکساں طور پر موجود ہیں تو ناممکن ہے کہ وہ زبان یا قلم سے ادا ہو سکیں
اس لئے اگر ہم سے اوان کے اظہار کا حق ادا نہیں ہو سکتا تو ہم معذرت
سمجھ جاسکتے ہیں۔

حضور عالیہ ! یہ شاعرانہ بلاغت نہیں ہے بلکہ سوچ کی طرح چمکنے والی
ایک حقیقت اور واقعیت ہے کہ خداوند عالم نے حضور عالیہ کو
ایک ایسا مقدس اور با حوصلہ دل عطا فرمایا ہے کہ وہ عام نیکیوں اور
خاص کربہاری ضعیف جنس کی ہمدردیوں کا ایک شیریں چشمہ بن گیا ہے
اور ہم اس کے برکات سے ہر روز فیضیاب ہوتے رہتے ہیں۔

میرے پاس گزشتہ ہفتہ میں ایک نئی کتاب ”بیگات بھوپال“
آئی ہے جو ریاست بھوپال کی تمام گزشتہ بیگات کے کارناموں کا ایک
مکمل مرقع ہے اور جس کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جن بیگات کا
اوس میں تذکرہ ہے اون میں سے ہر بیگم ایک خاص اخلاقی اور
انسانی فضیلت مثلاً جود و کرم، شجاعت و بہادری، تدبیر و سیاست
ایشیاد و ہمدردی کی ایک جیتی جاگتی تصویر تھی، اسی کے ساتھ بالمقابل
جب ہم اپنے مشاہدات کو کتاب کے دوسرے حصہ میں مطالعہ کرتے
ہیں تو ہم کو ایک ایسی ہستی نظر آتی ہے جس میں نہ صرف گزشتہ تمام
بیگات کے اوصاف اور فضائل کامل درجہ پر مجتمع ہیں بلکہ اور بہت سے

انسانی مکالمہ اخلاق اور محاسن اوصاف نمایان ہیں اور جس کا ہم خود شاہد کرتے رہتے ہیں اس لئے ہماری زبان پر بے اختیار یہ شعر آتا ہے :-

لَيْسَ عَلَى اللَّهِ بِمُسْتَنْكِحٍ أَنْ يَجْمَعَ الْعَالَمَ فِي وَاحِدٍ

یعنی خدا کی قدرت سے یہ امر بعید نہیں ہے کہ وہ ایک واحد ذات میں تمام عالم کو جمع کر دے۔

ممکن ہے کہ کسی وقت میں یہ شعر محض شاعری سمجھا گیا ہو لیکن آج ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ یہ ایک حقیقت اور واقعہ ہے اور اس کی صحیح اور کامل مصداق حضور عالیہ کی ذات بابرکات ہے۔

حضور عالیہ ! جب ہم کوئی شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں تو وہ تمام کام اور مساعی جو اس شکریہ کے محرک ہوتے ہیں ہمارے سامنے آ جاتے ہیں اور ان کا تقاضا ہوتا ہے کہ ہم کو بیان کر کے شکریہ ادا کیا جائے لیکن ہم زبان و قلم اور الفاظ کی مجبوری سے ان کا تقاضا پورا نہیں کر سکتے اور صرف شکریہ ہی پر اکتفا کرنا پڑتا ہے۔

حضور عالیہ نے آج کی تقریر میں تربیت مادری کو جس کلاس کی

قائمی کا اعلان فرمایا ہے اور اوس کی ضرورت و اہمیت کو جس نشین طریقہ پر حضور نے ہم سب پر ثابت کیا ہے وہ ایک ایسا عظیم حسان ہوا کہ اگر ہم سب نے اوس پر عمل کیا تو اس میں شک نہیں کہ وہ ہماری اور پہلے بچوں کی خوش قسمتی کا زرین دیباچہ ہوگا۔

حضور عالیہ نے اس وقت عنایت آمیز لہجہ میں اس امر کی بھی شکایت فرمائی ہے کہ ہم کلب کے فوائد سے کما حقہ بہرہ و نہیں ہوتے اور پھر کمال انصاف پسندی کے ساتھ ہماری مجبوریوں کا اعتراف فرمایا ہے اور پھر جو نصیحت فرمائی ہے اور مجبوریاں رفع کرنے کی جو تدبیر اختیار فرمائی ہے وہ ایک ایسی شفقت ہے جس کا اندازہ انھیں قلوب کو ہو سکتا ہے جو شفقوتوں کے محتاج اور آرزو مند ہیں، اب میں اپنی رفیق بہنوں کی طرف سے وعدہ کرتی ہوں کہ ہم سب آئندہ ایسی شکایت کا انشاء اللہ تعالیٰ موقع نہ پیدا ہونے دیں گے۔

حضور عالیہ ! ہر ایک تدبیر جو عموماً اپنی رعایا کے لئے اور خصوصاً ہماری غنیمت کی اصلاح اور فائدہ کے لئے ہو ہمیشہ

حضور کے پیش نظر رہتی ہے۔

حضور عالیہ نے حبشیت ایک فرمان رواے ملک ہونے کے ہماری بہنوی کے کاموں میں ایک کثیر دولت کی صورت میں عطیات مرحمت فرمائے ہیں اور اپنے ملک میں عام مقاصد تعلیم کے لئے جس میں ہمارا بھی غالب حصہ ہے اٹھارہ لاکھ روپے کی گران و تدر رقم آئینہ کے بہتر انتظام کے لئے بھی وقف فرمادی ہے۔

اور حضور کی مساعی و تدابیر کا یہ مقصد کہ ملکی اشخاص ممتاز و عمدہ نظر آئیں اور جو عمدہ کہ باہر والوں کو دیے جاتے ہیں اون کی قابلیت ملکی باشندوں میں پیدا ہو جائے ایک ایسا نیک اور اعلیٰ مقصد ہے جس کی تعریف نہیں ہو سکتی اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے مدارس میں پچاس ہزار روپے سالانہ صرفہ فرمانا، اخوان ریاست کے بچوں اور بچیوں کو زکثیر کے صرفے بورڈنگ میں داخل کر کے تعلیم و تربیت دلانا، طلباء و طالبات کا وظیفہ مقرر فرمانا اور اعلیٰ تعلیم کی اسناد حاصل کرنے کے لئے گران و تدر رقم صرفہ فرمانا بچوں میں تعلیم دلانا بے حد

قابل تر ریاضی اور ملک کی اصلی حقیقی بہرہ رومی ہے گو حضور کے ان احسانات اور فیاضیوں سے غیر ملک کے بچے بھی فائدہ چل کر رہیں اور حضور کا خیال قومی و ملکی بہرہ رومی کی بنا پر جملہ اہل ہندوستان کو یکساں فائدہ پہنچانے کا ہے لیکن اہل بھوپال کی کم فیضی کی نشانی ہوگی کہ وہ ان شاندار فیاضیوں سے فائدہ چل نہ کریں گوین خود دوسرے شہر کی ہوں اور سیری یہ گزارش حقیقت حال کے خلاف نہ ہوگی کہ اگر خواتین بھوپال حضور کی مساعی جمیلہ سے فائدہ حاصل کر کے مختلف خدمات میں حصہ لیں تو ہماری خدمات کی کوئی احتیاج نہ رہے۔

بہ حیثیت ایک مصلح کے حضور عالیہ فرما لے گا انفرنوں کا انعقاد فرمایا، متعدد انسٹی ٹیوشن بنائے اور ان میں خود کافی حصہ لیا اور اپنی رہبری اور رائے کی اصابت سے ان کو کامیاب بنانے کی کوششیں کیں اور حیثیت ایک تعلیم یافتہ ہونے کے اپنے اوقات گرامی کا ایک قیمتی حصہ وقف کر کے مفید و کارآمد اور بہترین کتابیں تصنیف فرمائیں تاکہ بزرگوں و دوسرے کو فائدہ پہنچے اور فرصت کے اوقات میں خواتین ان کے

مطالعہ سے مفید معلومات حاصل کریں، اور بحیثیت ایک مسلمان حامی مذہب خاتون کے ملک کو مذہبی احکام کی پابندی کی طرف مائل کیا اور اپنی گران بہا مذہبی تفسیر برون سے جن کا پہلا حصہ ”سبیل الحبثان“ کے نام سے شائع ہوا ہے مذہبی احکام کا احترام دلون میں پیدا کیا اور جس طرح کہ تعلیم یافتہ مردوں کے لئے ”سیرۃ النبی“ جیسی لاجواب کتاب کی تیاری کا سامان مہیا فرمایا اسی طرح عورتوں اور بچوں کے لئے ایک پیاری کتاب ”ذکر مبارک“ کا انٹرٹنس پاس کر ڈیوے طالب علموں اور ادین مدارس میں جہاں پر یہ کتاب اخل نصاب ہو چکی ہے مفت تقسیم کئے جانے کا انتظام فرمایا۔

یہ اوس حقیقی عظمت و محبت کی دلیل ہے جو سترون ادلی کی خواتین کے دلون میں جاگزین تھی اور جو اون محسدرات کرام کا نمونہ ہے جنہون نے اسلام کے لئے بے انتہا ایثار اور خدمتیں کی ہیں بحیثیت ایک عورت ہونے کے عورتوں کی ضرورتوں اور تکلیفوں کے رفع کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔

پہلی مثالوں کو چھوڑ کر حال ہی میں جس طرح کہ مسلسل تین ہفتوں سے حضور عالیہ غریب عورتوں کو کچشم خود ملاحظہ فرما رہی ہیں اور ان کی غربت و تکلیف دور کرنے کے لئے مضطرب و بے چین ہیں وہ جذبہ ہمدردی کا کیسا حیرت انگیز منظر ہے اور خدا نے چاہا تو ایسے ہی حیرت انگیز نتائج بھی ظہور میں آئیں گے۔

غرض ایسی مختلف حیثیتوں نے مجتمع ہو کر حضور عالیہ کی ذات والا صفات کی ایسی حیثیت قائم کر دی کہ بقول ایک عربی شاعر کے کہ اگر کاش ایسی چند خواتین اور ہوتیں تو یہ صنف مردوں پر سبقت لے جاتی۔

مگر میں یہ کہتی ہوں کہ اس زمانہ میں حضور عالیہ کی تنہا ذات مردوں کی ذات پر سبقت لے گئی ہے۔

حضور عالیہ میں نے اگر اس تقریر میں کچھ طوالت کی ہو حالانکہ میں سمجھتی ہوں کہ میں نے بہت ہی اختصار کیا ہے تو میں قابل معافی ہوں کیونکہ اپنے دلی جذبات کو روکنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔

حضور عالیہ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر اس دورِ غیر و برکتِ سیحم نے کوئی فائدہ نہ اٹھایا تو صریحی ہماری قسمت ہے۔ لیکن ممبرانِ کالج نے مصمم عہدہ کر لیا ہے کہ اب نہ صرف ہم گزشتہ بے توجہی کی تلافی کریں گے بلکہ انشاء اللہ آئندہ موقع پر حضور عالیہ کو ثابت ہو جائیگا کہ ہم سکون کی حالت میں نہیں ہیں بلکہ ترقی کر رہے ہیں۔

حضور عالیہ نے آئندہ لیکچروں کے سلسلہ میں اور خواتین کو ساتھ اپنے آپ کو اور علیا جناب میمونہ سلطان شاہ بانو دِلھن صاحبہ کو شامل فرمایا ہے وہ انجمن جذباتِ ہمدردی کا ایک جذبہ اور شانِ مساوات کا ایک دلچسپ نظارہ ہے۔ ہم اس کا شکریہ کیوں کر ادا کریں۔

جناب دِلھن صاحبہ سچ تو یہ ہے کہ حضور کی تربیت و تعلیم کا بہترین نمونہ ہیں اور ان کے اوصاف ذاتی کو حضور کے سایہ شفقت میں جو نشوونما ہوئی ہے اور ہو رہی ہے وہ ہماری بہنوئی کو بشارت کا پیغام ہے۔

یہ پہلا موقع ہی نہیں ہے کہ دِلھن صاحبہ کے ہمارے لئے

یہ تکلیف گوارا کر فی منظور فرمائی ہے بلکہ بارہا ہم اس کلب میں اُن کی
ہمدردیوں اور اُن کی تعلیم کے بہترین نتائج سے مستفید ہوتی رہو ہیں۔

حضور عالیہ اگرچہ جذبات و واقعات کا تقاضہ بھی ہے کہ میں اسی جوش و
ساتھ اپنے سلسلہ کلام کو جاری رکھوں لیکن محض حضور عالیہ کی تکلیف
کے خیال سے میں مکرر حضور عالیہ اور دِلھن صاحبہ کا شکریہ ادا
کر کے اپنی تقریر ختم کرتی ہوں۔

مسلمانوں کی حالت و اس کی اصلاح

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغَيِّرُ مَا بَقِيَ مِنْكُمْ حَتَّىٰ يَغْيِرُوا مَا بِنَفْسِهِمْ

(ترجمہ)

بے شک خدا نہیں بدلتا ہے جو کسی قوم میں ہو جب تک وہ

نہ بدلے جو ان کے نفسوں میں ہے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی

یہ وہ جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

آیت مندرجہ بالا میں خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو قوم خود اپنی حالت کو

نہ بدلے خدا بھی اس قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک انسان اپنی بہبودی اور اصلاح کی کوشش نہ کرے اس کو خدا سے امید نہ رکھنی چاہئے۔

خدا کوشش کرنے والوں کا بے شک خدا تعالیٰ ہمت اور کوشش کرنے والوں کا مددگار ہے
مددگار ہے۔ جو لوگ اپنی بہبودی اور ترقی کی کوشش کرتے ہیں خدا انکی محنت کو

ضائع نہیں کرتا۔ بلکہ ان کی سعی کو مشکور کرتا ہے۔ اور کامیابی عطا کرتا ہے۔

اس کے برخلاف جو لوگ یا جو قومیں بے کاری۔ کاہلی۔ اور سستی کی طرف راغب

ہو جاتی ہیں کوشش اور محنت کرنا ان کو مشکل معلوم ہوتا ہے اپنی بہبودی اور ترقی کی پروا

نہیں کرتے۔ اپنی دولت طاقت و وقت کو فضول ضائع کر دیتے ہیں اور خدا و عقل کو برباد

سعی و ہمت کو کام میں نہیں لاتے ایسے لوگوں سے توفیق خداوندی سلب ہو جاتی ہے۔

خیال کرنا چاہئے کہ دنیا میں بہت سی قوموں نے ترقی کی ہے اور اسی ہی دہشت کی

وجہ سے درجہ کمال پہنچ گئی ہیں۔

لیکن یہ خیال کرنے سے بہت افسوس ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی حالت دیگر اقوام کے مقابلہ میں بہت خراب ہے اور مسلمان بھی ترقی کے ابتدائی زینہ پر بھی نہیں چڑھے ہیں۔ اور موجودہ زمانہ میں ہماری حالت ناگفتہ بہ ہے۔

ہندوستان کی مالی حالت اول تو ہمارے ملک کی حالت ہی بلکہ تجارت صنعت و حرفت اور دولت کو اچھی نہیں ہے۔ ہندوستان کی مالی حالت کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ دسمبر ۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کے جلسہ میں صدر جلسہ نے بیان کیا ہے کہ ہندوستان کی سالانہ آمدنی اگر تمام اہل ملک پر مساوی تقسیم کر دی جائے تو بمشکل دو پونڈ سالانہ فی کس آمدنی ہوتی ہے یعنی اڑھائی روپیہ ماہوار ہر شخص کے حصہ میں آتا ہے اور یہ صورت بھی اُس وقت ہو سکتی ہے جب ہندوستان کے تمام باشندوں کی آمدنی یکجا کر کے سب پر برابر تقسیم کر دی جائے اور امیر و غریب سب کی یکساں حالت ہو جائے۔ باوجود اس کے کہ ملک میں اہل ہندو اور پارسیوں میں خدا کے فضل سے ہزاروں لکھ تپ کر رہتی موجود ہیں مگر پھر بھی ملک کی حالت ایسی ہے کہ اوسط پھیلانے پر ڈھائی روپیہ ماہوار کی اوسط نہیں پڑتی تو اگر صرف مسلمانوں کا اندازہ کیا جائے جن کی مفلسی طشت از باہم ہے تو اوسط آمدنی فی کس غالباً دو روپیہ ماہوار بھی نہ ہوگی

مسلمانوں کا حال | علاوہ برین مسلمانوں کی حالت دیگر لحاظ سے بھی اچھی نہیں ہے علم و حکمت مذہب اخلاق حکومت ہنر صنعت تجارت غرض ہم کو کسی پہلو سے اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا

اور ہم نے اپنے ہمسروں سے ترقی نہیں کی بلکہ ان سے بہت پیچھے ہیں ہم کو قبل مولانا حالی مرحوم کا یہ شعر یاد رکھنا چاہئے اور اپنی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے
سے پست ہے ہمسرے اپنے جو یہ بھما دو اُسے
خاک ہے پھینچا ہوا ہے گرچہ وہ افلاک پر

جس قوم کی یہ حالت ہو اس کو کس طرح زندگی بسر کرنی اور کیا تدبیر اختیار کرنا چاہئے اس کو اپنی درستی خلافت و کفایت شعاری کو اپنا شعار بنانا چاہیے اور اپنی ترقی کی کوشش کرنی چاہئے۔ بالخصوص اس زمانہ میں جب کہ ہر چیز گراں ہے خواہ خوردنی ہو یا پوشیدنی ان سب کی گرانی حد کے درجہ کی ہے۔ اور ہماری مالی حالت وہ ہے جس کا ذکر میں اوپر کر چکی ہوں۔ ایسی حالت میں ہم آنکھیں نہ کھولیں اور اپنے لئے طریقہ نامد و بود کا فیصلہ نہ کریں تو ہم زیادہ نادان کون ہو سکتا ہے۔

لیکن افسوس کہ باوجود ان امور کے ہم مسلمانوں میں۔ اسراف۔ فضول۔ بیکاری کاہلی۔ پست ہمتی۔ بداخلاقی۔ خود غرضی۔ مذہب سے غفلت وقت کی قدر نہ کرنا سرغیر قسم کی خرابیاں پائی جاتی ہیں۔

اسلام کی تعلیم | جب میں ان خرابیوں پر غور کرتی ہوں تو اس کی وجہ زیادہ تر یہی سمجھتی آتی ہے کہ ہم نے احکام اٹھی کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ حالانکہ ہر قسم کی اخلاقی تعلیم مذہبی تعلیم۔ ہمدردی و ایثار کی تعلیم۔ ذمی القربا کے ساتھ حسن سلوک۔ بیکاری کی مذمت۔ اسراف کی ممانعت۔ اعتدال کی ہدایت۔ عریضوں کی دستگیری وغیرہ کی تعلیم بیان کتابت قدس یعنی کلام مجید میں موجود ہے اور ہمارا مذہب ہم کو کسی قسم کی ترقی کرنے یا حصول علم سے نہیں روکتا اور ہمارے ہادی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمونہ موجود ہے۔ جس سے ہم ہر قسم کی ہدایت پاسکتے ہیں۔ اور آپ کی تقلید کرنے سے ہم کو دین دنیا میں فلاح پانے کی امید ہے ان دیگر خرابیوں کو جو مسلمانوں میں رائج ہیں ان پر انا ذکر کر کے میں اس وقت صرف اسراف اور فضول خرچی کا کچھ حال بیان کرتی ہوں جس کی اصلاح کی ہم کو بے انتہا ضرورت ہے اور مسلمان جب تک اسراف کو ترک کر کے اعتدال و میانہ روی اختیار نہ کریں گے ترقی نہیں کر سکیں گے مثال کے طور پر میں ان چند فضول اور غیر ضروری اخراجات کا ذکر کرتی ہوں

جن میں ہمارا پیچہ روپیہ ضائع ہوتا ہے اور ہمارے اخلاق خراب ہوتے ہیں۔
شراب خواری اور دیگر مسکرات کا استعمال اور ہر قسم کا لہو لعب ہماری قوم
میں بکثرت پھیلا ہوا ہے۔ اور باوجود ان کے مضر نتائج پائے جانے کے مسلمان دین
و مذہب کے برخلاف فعل کرنا اور خدا کا نافرمان بننا گوارا کرتے ہیں۔ ان تمام فضولیات
میں جو روپیہ اور وقت صرف ہوتا ہے اس کی انتہا نہیں ہے۔

اگرچہ ہمارے بزرگ بھی شادی و عی کے موقعوں پر فضول خرچی اختیار کرتے
تھے اور ان تقریعوں میں بیابہ مگنی حقیقہ جتنے ولادت وغیرہ پر ان کی دولت کا
بڑا حصہ برباد ہو جاتا تھا۔ لیکن ہمارے اسلاف اپنی روزمرہ کی ضروریات اور گھر کے
خرج میں ہمیشہ کفایت شعاری کو مد نظر رکھتے تھے۔ اور وہ اپنے اخراجات کو آمدنی
کے اندر رکھتے تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اکثر جائیدادیں وغیرہ بھی خرید کی ہیں
اور اپنی اولاد کے لئے کم و بیش اند وختہ چھوڑ جاتے تھے وہ اپنے ہاتھ سے کوئی کام
کرنا میسب خیال نہ کرتے تھے اور ہر زن و مرد خود اپنا کام انجام دے لیتے تھے کھانا
کپڑا۔ اور ضروریات خانہ داری ان کی معمولی ہوتی تھیں۔ لیکن موجودہ زمانہ میں
علاوہ شادی و عی وغیرہ کے اخراجات کے جو وقتاً فوقتاً ہوا کرتے ہیں روزمرہ
ہی کے ضروریات بہت بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

اکثر نئی روشنی کے تعلیم یافتہ لوگوں نے ضروریات زندگی کو بہت بڑھالیا
ہے اور ہر کام میں فیشن کی پابندی لازمی اور ضروری خیال کی جاتی ہے مثلاً مکان
فرنیچر لباس خوراک۔ چائے کا سامان۔ بوٹ سوٹ ہیٹ غرض ہر چیز اعلیٰ درجہ کی
اور فیشن کے مطابق ہونی چاہئے۔ اور اس قسم کے اخراجات میں اسراف کو حد
بڑھا دیا گیا ہے۔ اور ان کی تقلید میں غیر تعلیم یافتہ گھرانوں کا بھی یہی حال ہے۔ وہ
بھی ہر چیز میں فضول خرچی کرتے ہیں اور فیشن کو مد نظر رکھتے ہیں۔ اور یہ اخراجات

ایسے ہیں کہ ہماری آمدنی صرف ان کو ہی کتنی نہیں ہوتی۔
 سب سے زیادہ بے حقیقت خرچ جسکی طرف کبھی بول کر بھی کسی کا خیال
 نہیں جاتا۔ وہ حقہ پان۔ تاکو۔ سگار۔ سگریٹ کا خرچ ہے جس میں ہر کس نامکس
 مبتلا ہے دیگر اخراجات کو نظر انداز کر کے میں نے صرف ایک اسی خرچ کا اندازہ
 لگایا ہے جس سے معلوم ہوگا کہ قوم کا کس قدر روپیہ اس بیکار اور فضول مصرف
 میں خرچ ہوتا ہے ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی تقریباً سات کروڑ ہے
 اگر فرض کر لیا جائے کہ ان میں سے چار کروڑ ایسے لوگ ہیں جو حقہ پان یا تاکو یا
 سگار سگریٹ کے کسی نہ کسی طرح سے عادی ہیں اور ان کا اوسط خرچ صرف
 ایک پیسہ روزانہ فی کس فرض کر لیا جائے تو اس حساب سے سوا چھ لاکھ روپیہ
 روزانہ اور بائیس کروڑ اکیاسی لاکھ پچیس ہزار روپیہ سالانہ ہندوستان کے
 مسلمانوں کی کمائی کا اس مدین صرف ہو جاتا ہے۔

یعنی ہم لوگ اس قدر خیر رقم ایسے مصرف میں لاتے ہیں جس کا کوئی بدل
 نہیں یا دھوئین میں اڑا دیا جاتا ہے یا تھوک دیا جاتا ہے۔ اگر اس کا کوئی بدل ہے
 تو وہ بیماریوں یا بری عادتوں کا پیدا کر دینا ہے۔ یہ رقم بہ ظاہر کچھ بڑی علوم نہیں
 ہوتی مگر حقیقت میں ہندوستان کی مالگذاری کے قریب قریب برابر ہے۔ گویا
 ہم ہندوستان کی مالگذاری تھوک اور دھوئین میں اڑا دیتے ہیں

اس کے علاوہ اور بے جا اخراجات کے جن پر کئی ارب روپیہ برباد
 ہوتا ہے اور تاکو پان حقہ سگار سگریٹ وغیرہ کے بجائے اس تمام روپیہ کو سبب نماز
 کیا جائے اور فضول صرف نہ کیا جائے تو ملک کی دولت میں بہت اضافہ ہو سکتا ہے
 اور ہم خدا اور رسول کی نافرمانی کے گناہ سے بھی بچ سکتے ہیں۔ کیونکہ خدا
 تعالیٰ نے بیجا خرچ کرنے والوں کی مذمت میں کلام مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

قرآن میں سرفین کی نیت **وَلَا تَنْهَیْ تَبْدِیْراً اِنَّ الْمُبْدِیْراً یَزِکُّ اَنْوَا**
اِخْوَانَ الشَّیَاطِیْنِ وَكَانَ الشَّیْطَانُ لِرَبِّهِ کَفُوْرًا
 ترجمہ (اور نہ خرچ کرو خرچ بیجا۔ بے شک بیجا خرچ کرنے والے بھائی ہیں
 شیطانوں کے اور شیطان اپنے پروردگار کے لئے کفر کرنے والا ہے۔

خدا تعالیٰ نے اس آیت میں بیجا خرچ کرنے سے منع فرمایا ہے اور بیجا خرچ
 کرنے والوں کو شیطانوں کا بھائی لکھا ہے اور شیطان کی بابت فرمایا کہ وہ اپنے پروردگار
 ہنکرے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیجا خرچ کرنا بہت کوڑا نکتہ ہے۔ اور جن
 لوگوں کو خدا تعالیٰ نے دولت عطا فرمائی ہے وہ اس کو بیجا خرچ نہیں کر سکتے
 اور اگر ایسا کریں گے تو خدا کے نافرمان اور کفرانِ نعمت کرنے والے ہوں گے۔
 دولت کو امانتِ الٰہی سمجھنا چاہئے اور اس کو خدا کی خوشنودی میں خرچ کرنا چاہئے
 دولت عطا کرنے سے خدا تعالیٰ کو ان لوگوں کا امتحان لینا مقصود ہے نیز کلامِ مجید میں
 ارشاد فرمایا ہے۔ **اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ** (یعنی خدا احسان کرنے والوں کو
 دوست رکھتا ہے) پس ہم کو بیجا فضول اخراجات کے خدا کی راہ اور اس کی
 خوشنودی میں روپیہ خرچ کرنا چاہئے۔ کیونکہ راہِ خدا میں ہزار درم خرچ کرنا نیکی اور
 کفایت شعاری ہے۔ اور خدا کے حکم کے خلاف ایک درم بھی خرچ کرنا اسراف
 اور گمراہی ہے۔

قوم کی حالت کیونکر درست ہوگی | ہم کو اس تباہ کن اسراف سے احتراز کرنا چاہئے اور بجائے
 اس کے کہ ان بیکار چیزوں میں دولت برباد کی جائے مفید
 کاموں میں روپیہ کو لگانا چاہئے ملک میں تجارت۔ زراعت کو ترقی دینا صنعت و
 حرفت کے لئے مختلف کارخانے بنانا بیکاروں کو کام پر لگانا چاہئے۔ بچوں کو اعلیٰ
 تعلیم دلانا ہمارا فرض ہونا چاہئے۔ علاوہ اپنے اپنے بچوں کی تعلیم دلانے کے ہر ایک

صاحب ثروت کو لازم ہے کہ قوم کے نادار و مفلس لوگوں کی مدد کرین غریب عزیزوں کے بچوں اور دیگر مسلمانوں کے غریب و یتیم بچوں کو تعلیم دلائیں اور ان کو مختلف کام سکھائیں غرض ان کو اس قابل بنا دیا جائے کہ وہ خود اپنی روزی کمانے کے قابل ہو جائیں۔ اسی طرح قوم کے گدا گردوں کو جن کی تعداد ہندوستان میں پچاس لاکھ کے قریب ہے بیکاری سے نفرت دلائیں اور کام کرنے کی ترغیب دیں اگر یہ لوگ اپنی روزی آپ کمانے لگیں گے اور گداگری کو ترک کر دیں گے تو کئی کروڑ روپیہ کی ترقی ملک کے سرمایہ میں ہو جائے گی ہم کو اعتدال اور میانہ روی ہر کام میں اور ہر جگہ مد نظر رکھنی چاہئے۔ مکان لباس خوراک۔ اسباب غرض ہر ایک جگہ اعتدال سے کام لینا اکثر ایسا ہوتا ہے کہ امیر آدمی اپنی دولت کو فضول اخراجات میں صرف کر دیتے ہیں اور ہمایہ میں غریب بچوں اور یتیم فاقہ کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہم کو غریبوں کی دستگیری اور عزیزوں کی مدد کرنے کی ہدایت فرمائے۔ لیکن ہم اس کے برخلاف کرتے ہیں۔

ہم کو چاہئے کہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر محبت سے کام لینا۔ اگر ہم اپنی مدد کرین گے تو خدا ہی ہماری امداد کریگا۔

فرانس کی ایک مثال | فرانس جو دنیا بھر میں سب سے زیادہ دولت مند ملک ہے اور اس کے ساتھ ہی مسرف ترین بھی ہے۔ اور وہ بہت بڑا مملکت و خراجی اور نمائش کے تمام دنیا میں ممتاز ہے۔ وہاں کے باشندے مسکرات سکرٹ اور چائے وغیرہ بہت عادی ہیں۔ لیکن اب سے چھیا برس پہلے جس زمانہ میں جرمنی اور فرانس میں جنگ ہوئی تھی تو جرمنی نے فرانس پر ایک بڑی تعداد و ان جنگ کی ڈالی تھی اس ملک نے اس تاوان کو اس طرح ادا کیا کہ سب لوگوں نے تمام سکرٹ کو الیکہ ترک کر دیا اکثر لوگوں نے باوجود عادی ہونے کے چائے چھوڑ دی اور جو لوگ چائے

نہ چھوڑ سکے انہوں نے دودھ اور شکر چھوڑ دی اور اس طرح فرانس نے تادان کی کثیر رقم کو چند عرصہ میں ادا کر دیا اور ملک پر بالکل بار نہیں پڑا مسلمانوں کو چاہئے کہ اس مثال سے سبق لیں اور اپنے فضول اخراجات کو ترک کر دیں اور ان کے بجائے تعلیم میں اپنے روپیہ کو صرف کریں کیونکہ جب ایسے عادی اور مالدار ملک نے ایک خاص ضرورت کی وجہ سے اپنے تمام عادات کو ترک کر دیا تو مسلمان جو نہ امیرین اور نہ اس قدر عادی تمام فضولیات کو کیوں نہ ترک کر دیں اور ان کے بجائے روپیہ کو مفید صرف میں لگائیں۔ اپنی حالت کو درست کریں اور مہمت سے کام لیں اور اسراف جو بہت تباہ کن اور مخرب اخلاق ہے اس کو قطعاً چھوڑ دیں اگر ہم کفایت شعاری اور میانہ روی اختیار کریں گے تو ایک ترقی یافتہ قوم ہو جائیں گے شاید یہ کھا جائے کہ دیگر اقوام میں بھی متعدد قسم کی فضول خرچیاں کی جاتی ہیں اور وہ لوگ ہم سے بہت زیادہ مسرف ہیں اول تو یہ کوئی جواب ہی نہیں کہ فلان قوم میں بھی عیب ہے اس کھ دینے سے اپنا عیب ہنر نہیں ہو سکتا دوسرے ہم ایک نادار قوم ہیں ہم کو دیگر اقوام کی برابری کرنے میں بہت وقت اور کفایت کی ضرورت ہے بہت ترقی کرنے کے بعد ہمارا خرچ کرنے کا زمانہ آئے گا اخلاقی درستی | ہم کو نہایت استقلال اور مہمت سے کام لینا اور اپنے اخلاق کو بہت کرنا چاہئے۔ اور ہم کو لازم ہے کہ اپنے رسولؐ ہدایہ مقبول خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ علیہ وسلم اور ان کی ال اہلما علیہم السلام کی تعلیم کریں اور اپنے اخلاق کو ان حضرت کے اخلاق حسنہ کا نمونہ بنائیں نیز صبر و استقلال علم و حکم۔ اخلاقی جرات۔ مہمت و اتیان وغیرہ صفات جو رسالت مآب صلعم اور ائمہ معصومین میں بدرجہ اتم موجود تھیں ان کو حاصل کرنے کی کوشش کریں اپنے بچوں کو مذہبی اخلاقی تعلیم سے آراستہ کریں تو بہت جلد انشاء اللہ وہ زمانہ آئے گا کہ ہم نہ صرف موجودہ زمانہ کے لحاظ سے ترقی یافتہ قوم

بن جائیں گے بلکہ اپنے اسلاف کی کھوئی ہوئی عزت کو بھی حاصل کر سکیں گے کیونکہ
گذشتہ زمانہ نے مین ہمارے ہاں اہل علم و اہل کمال بہ کثرت موجود تھے اور علوم
تفنون کا گھر گھر چراتھا۔ اور اکثر مسلمان خواتین بھی بہت لائق اور بڑی عالم گزری
ہیں اور ہم مین جاہلون کی ایسی کمی تھی جس کی اس زمانہ میں ٹھکانہ کی بقول مولانا حالی مرحوم
جاہلون کا تھا ہمارے قوم مین گھاٹا یوں ہی

بیسے اب لکھے پڑھے ملتے ہیں ہم مین خال خال
ہست اور کوشش اگر ہم کوشش کریں تو سب کچھ کر سکتے ہیں بغیر کوشش کے
کی ضرورت ہماری بیہودی معدوم اور ترقی معلوم اور ہمت اور استقلال

ہو تو انسان ہر کم سر سکتا ہے۔ اور معراج ترقی پر پہنچ سکتا ہے۔ مولوی محمد اسماعیل مرحوم
نے کیا خوب کھا ہے۔

بے کوشش مے جہد شکر کس کو ملا ہے بے غوطہ زنی گنج گھر کس کو ملا ہے
بے خون پے لقمہ تر کس کو ملا ہے بے جو رکشی تاج ظفر کس کو ملا ہے
بے خاک کے چمانے ہوئے زر کس کو ملا ہے بے کاوش جان علم و ہنر کس کو ملا ہے

جو رہتہ والا کے سزاوار ہوئے ہیں

وہ پہلے مصیبت کے طلبگار ہو گئے ہیں

میں اپنے مضمون کو اس دعا پر ختم کرتی ہوں کہ خدا تعالیٰ ہم کو توفیقات
خیر عطا فرمائے اور تمام اخلاقی۔ مذہبی۔ تمدنی برائیوں کو ہم سے دور کرے اور دینی
و دنیاوی خوبیاں ہم مین پیدا ہو جائیں۔ آمین۔

راقہ

نبت آنریبل خواجہ غلام الثقلین بی اے
ایل۔ ایل۔ بی مرحوم۔

دودھ میں سے مکھن نکالنے کا طریقہ

اسکے معلوم کرنے کے واسطے عوام الناس اور خاص کر فرقہ انات کے لئے سہل طریقہ نقل کرتی ہوں۔

ایک معمولی تیلر شیشہ کا گلاس لین جس کے پینڈے میں کسی قسم کا نقش و نگار نہ ہو۔ اس کو کسی موٹے حروف کے چھپے ہوئے کاغذ پر رکھیں۔ گلاس کے اندر پانی کے چٹانک بھر پانی ڈالیں اگر پانی میں کوئی جنبش ہو تو حروف باسانی پڑے جائیں گے اگر آپ اس گلاس میں قطرہ قطرہ خالص دودھ ڈالتے جائیں گے اور اس کو پانی میں نجی ملا لیں گے تو ایک حد کے بعد حروف نظر نہ آئیں گے اس آپ معلوم کر سکتے ہیں یا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کتنے قطروں میں ایک چٹانک پانی آسانی سے دودھ ہوا جاتا ہے جو کہ حرف نظر نہیں آتے۔

اگر کسی اور دودھ کو آپ اسی طریقہ سے آزمائش کریں تو قطروں کی کمی بیشی اس بات کو ظاہر کرے گی کہ وہ آپ کے پہلے دودھ سے بلحاظ مکھن زیادہ ہو یا کم یہاں اس بات کا بیان کر دینا بھی بہت ضروری ہے کہ لیکٹومیٹر جو عموماً دودھ کے امتحان کرنے کے لئے مستقل ہوتا ہے وہ ولایت کے دودھ اور دہان کی موسمی حرارت کے اوپر (۶۰ ف) بنایا جاتا ہے۔ اس آلہ سے صرف دودھ اور پانی کے وزن کا مقابلہ ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن دودھ کا وزن نہ صرف موسمی حرارت بلکہ دیگر بہت سے اسباب پر گھٹناڑ ہوتا ہے۔

یہ مجرب ہے کہ مختلف نسل کے جانوروں میں ایک ہی جانور کو مختلف موسموں میں مختلف غذائی اشیاء کے ہم پونچانے سے دودھ کے وزن میں اختلاف رہا کرتا ہے۔ لہذا یہ معلوم کرنا کہ اس میں سے مکھن نکالاسے یا نہیں اس کے لئے

کوئی اعلیٰ طریقہ سوا حق مستذکرہ بالا طریقے کے اطمینان بخش نظر نہیں آتا اس لئے نکل سلطان کے ناظرین اور ناظرین کی معلومات کے واسطے اس کو نقل کر کے بھیجا جاتا ہے کہ وقت پر کام آوے۔

اختر دلعن

تباکو کے نقصانات

تباکو کو بھی شراب کی طرح ایک زہر کھنا چاہئے۔ تباکو سے ایک طرح کا ست نکلتا ہے جس کو انگریزی میں نیکوٹائن *Nicotine* کہتے ہیں۔ ڈاکٹر وین قول ہے کہ اگر پندرہ گرین نیکوٹائن *Nicotine* انسان کھائے تو فوراً مر جائے۔ یہ زہر پر دسک *Prussic acid* سے بھی زیادہ زہر ہوتا ہے اور شل اینون کے زہر کے کام دیتا ہے۔ کیونکہ تباکو کی پتی زہریلی ہوتی ہے اس وجہ سے کاشتکار اور باغبان اس کو ان پتوں اور پیوں پر چڑھتے ہیں جن میں کیرے لگ جاتے ہیں تاکہ وہ کیرے مر جائیں اگر ایک سگار (چرٹ) کو پیٹے ہوئے کسی صاف شفاف کاغذ پر اسکا دھواں چھوڑا جائے تو جو زہر کہ کاغذ پر جم جائیگا اس کا تھوڑا حصہ اگر بلی کو کھلا دیا جائے تو تین منٹ میں بلی مر جائے گی۔ اکثر اوقات ڈاکٹر مارفیا *Morphia* جلد میں پھیلائی کے ذریعے پھونپتے ہیں یہ بھی زہر ہے اور اسکا استعمال بھی از روئے حکمت ناجائز ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ فی زمانہ نائچپترنی صدی بچے تباکو استعمال کرنے والے پیدا ہوتے ہیں تباکو کے استعمال سے جلد خراب ہو جاتی ہے دل کی حرکت میں فرق آتا ہے مرنائی کو اس سے بہت نقصان پھونپتا ہے انسان کی قوت کم ہو جاتی ہے اس کے پیٹ پر میں نقصان پھونپتا ہے تباکو پینے سے سستی اور کاہلی پیدا ہوتی ہے رات کی نیند خراب

ہو جاتی ہے کیونکہ دماغ میں خشکی پڑ جاتی ہے اور خاصکر بچوں پر اسکا بہت برا اثر پڑتا ہے بچے پہلے تنہا کو پیٹا سیکھتے ہیں پھر شراب بعد ازاں انہوں۔ چانڈو۔ مدک وغیرہ۔ بچوں کو ہر گرتہا کو نہ پینے دینا چاہئے ورنہ ان کی جسمانی۔ دماغی اور روحانی ترقی میں خرابی اور نقصان پیدا ہو جائیگا۔ ڈاکٹر کے لئے نہایت ضروری ہے کہ اس کا دماغ صحیح اور تندرست ہو اور اس میں پوری جسمانی قوت ہو تاکہ عملِ حرجی کے وقت اس کے ہاتھ نہ کمپیں۔

پروفیسر گوشتال ایم۔ اے۔

کلیم اور اس کا عزم

(۱)

کلیم میرا بچپن کا دوست تھا میں اس کی خوب اور مزاج کی افتاد سے ایسا ہی تھا ہوں جیسے مان جاے بہائی ہوتے ہیں بچپن میں وہ نہایت ضدی اور جھگڑاؤ تھا اور عجیب و غریب قسم کی شرارتیں کیا کرتا تھا اگر اسی کے ساتھ بلا کا ذہن تھا اور اس میں دوسروں کے ساتھ ہمدردی بھی تھی غریب محلہ والوں کا سودا سلف بھی لاریا کرتا تھا اگر کوئی بیمار ہو جاتا تو طبیب و ڈاکٹر کے یہاں جانا اور دوا لانا تو وہ اپنا فرض سمجھتا تھا باوجودیکہ کچھ تھا لیکن ایسے موقع پر آندی، طوفان، اور اندھیری کو بھی وہ خاطر میں نہ لاتا تھا اور یہی وہ راز تھا کہ باوجود شرارتوں اور جھگڑوں کے بھی وہ ہر دل عزیز تھا محلہ کی بڑی بوڑھیان اسے پیار کرتی تھیں اور اس کی شرارتوں پر کوئی دھیان بھی نہ کرتا تھا اس کی مان خود مصیبت زدہ تھی اور مصیبت زدوں کے ساتھ ہمدردی کیا کرتی تھی جب یہ غریب عورتیں آپس میں مٹھکر کلیم کی تعریف کرتیں تو مان کا دل باغ باغ ہو جلتا وہ بیٹے کی تعریفیں سن کر ایک راحت محسوس کرتی اور ساری

مصیبتیں بھول جاتی اور کلیم سے صرف تناکھدیا کرتی کہ میا تم کو وہ اور وہ بڑی دعائیں دے رہی تھیں شاہاش ایسے ہی کام کیا کرو۔

(۲)

زمانہ پر زمانہ گزرتا چلا گیا۔ کلیم کی حالتوں میں صد ہا انقلابات ہوئے عیش و راحت کے دن بھی گزارے اور تکلیف و مصیبت کی کڑیاں جھیلیں نان شیدہ کو بھی محتاج رہا اور ٹھینوں خود محتاجوں کو کھانا کھلایا ہمیشہ مجالس رقص و سرود، تھیٹر اور تماشے میں وہ نیم فیشن اہل غنطیں بنگر جاتا اور پھر ایجوکیشنل کالفرنس، اندوۃ العلماء اور دوسرے قومی جلسوں میں ہمدرد قوم بنگر بھی شریک ہوتا لیکن یہ بھی ایک تاشا تھا کیونکہ دن کا کچھ حصہ پنڈال میں بسر ہوتا اور شب کا بڑا حصہ کسی تھیٹر یا سینما ہوٹو کو راف وغیرہ میں گزارتا وہ کبھی کسی ایک لکچر سے بھی اتنا متاثر نہیں ہوا جتنا بچپن میں کسی غریب کی مصیبت اور کسی بڑھیا کی دعا سے ہوتا تھا۔

(۳)

مگر یہ سب عالم شباب کی بہار و خزان تھی عین ایسے زمانہ میں جبکہ وہ راحت و بے فکری کی زندگی بسر کر رہا تھا اس کا دل ایک شگفتہ گلاب کی طرح تھا کہ ایک حادثہ کی صورت میں ایسی بادِ سموم چلی کہ پھر کبھی اس کا دل شگفتہ نہ ہوا اور اگر ہوا تو نہ ہونے کے ہی برابر تھا لیکن کیا شان اتنی تھی کہ اس بچہ مردگی پر وہ ہزاروں شگفتگیوں اور سیکڑوں بھاروں کو قربان کرنے کے لئے تیار تھا۔ یہ اس کا ایک راز ہے جس کو ہم ابھی بیان نہیں کریں گے۔

(۴)

لوگوں نے اُس کی یہ حالتیں بھی دیکھی ہیں کہ اکثر تقریبوں، عہدوں اور خوشی کے مقفون پر وہ یکایک منغم ہو جاتا جس کا بظاہر کوئی سبب معلوم نہ ہوتا کبھی کبھی صبح کو

ڈاک پڑنے کے بعد وہ تمام تمام دن رنجیدہ رہتا کبھی کسی اجنبی یا سیل ملاقات والوں سے ملنے کے بعد گھنٹوں بیچین نظر آتا۔

اس کو حادثات تلّی اور بعض دوستوں کی تکلیف و معیبت نے کچھ ایسا بیچین بنا دیا تھا کہ اکثر راتوں کا بڑا حصہ کروٹیں بدلتے گزرتا اور کبھی کبھی خط و جنون کی سی حالت طاری ہو جاتی تھی۔

ابتدائی زمانے میں اس نے بہت سے عزیزوں کی جائیدادیں نکلتے ہوئے دیکھیں اور اس طرح کہ بیجا نمود و فضول خرچی اور سودنے برباد کیں مگر اس وقت کبھی ادھر خیال بھی نہ گیا۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ جو عزیز کل تک بڑے عین و آرام سے بسر کرتے تھے آج دال روٹی کے لئے تنگ ہیں۔ وہ ایک تقریب میں شریک ہوا تھا جس کے لئے تقریباً سات سو روپیہ قرض لیا گیا مگر بالآخر سات ہزار سود و در سود و دیگر بھی جائیداد کا ایک بڑا حصہ تلف ہو گیا مگر اس پر اس کا کوئی اثر نہ تھا۔ البتہ وہ اُس وقت چونکا تھا جب ایک بیوی نے محض بھوک کے مارے دم توڑا تھا مگر کسی سے سوال کیا گوارا نہ کیا حالانکہ اس بیوی کے کنبہ میں بہت سی عورتیں اور بہت سے مرد اچھی خاصی حیثیت رکھتے تھے۔

(۵)

عید کا دن ہے۔ عید گاہ میں بھی رونق ہے اور ایسی رونق ہے کہ دوسری قومیں تقریباً مسلمانوں کی اس مذہبی رسم و رونق کے دیکھنے کو عید گاہ کے باہر جمع ہو جاتی ہیں۔ کلیم بھی اس عید گاہ میں آیا ہے مگر وہ جہان رونق و بھار دیکھتا ہوا نہان اوداسی و حرمان نفسی کا سامان بھی چھایا ہوا ہے اگر قیمتی قیمتی اور جدید ملبوسات سے آراستہ مسلمان بیٹھے ہیں تو اس ہی صف میں شکستہ حال اور پیوند لگے ہوئے کمزوروں کے پھنے والے مسلمان بھی ہیں۔ اگر کنو اب و سرچ اور محل و جامہ واد کی شیر وانیان

اور متفرق کا مدار لوٹ پیاں پہنچے ہو سب بچے باپوں اور بھائیوں کے سامنے چھترپون کے سایہ میں تکلف جانمازون پرگن ہین جن کے چہرہ پر عید کا فرحت بخش سرور نمایاں ہے تو اسی صفت میں وہ بچے بھی ہین جن کے والدین کو آج دو پیسے نصیب نہیں کہ اپنے اور اپنے بچوں کے کپڑوں کی دھلائی دے سکیں۔

آہ! کیا متمول اور دولت مند مسلمان ایسا انتظام بھی نہیں کر سکتے کہ ہر جگہ عیدین پر کسی انجمن یا کمیٹی کے ذریعہ سے مخفی اور نامعلوم طور پر ان غریبوں کے لئے اپنے پیارے بچوں کی اترنین ہی جمع کر دیا کریں۔

کیا مسلمان خاتونین جو صرف اپنے اور اپنے بچوں کے نوع بنوع فیض کے کپڑے سینے کے لئے سنگرمشین خریدتی ہیں عیدین پر چند غریب بچوں کے کرتے پاچاے سی دیا کریں۔ اس میں تو نہ کچھ تکلف ہے اور نہ خرچ مگر کون کرے میں تو دیکھتا ہوں کہ ہمدردی کے مناد اور داعی بھی اس زمانے میں نہیں کرتے۔

(۶)

اُس ایک مدت ہی عیدین لید آٹھ نو برس کے بچے کو بڑے پر تکلف لباس میں دیکھا تھا جس کا باپ پچیس تیس روپیے کا ملازم تھا تو اس کو اس فضول خرچی پر افسوس ہوا تھا۔ جو فوری اثر کے ساتھ جاتا ہی رہا لیکن آج تیسرے ہی سال اس بچے کو پھر عید گاہ میں دیکھا مگر کس طرح کہ کپڑوں میں پیوند لگے ہوئے ہیں چہرہ پر بے لاشستگی جگہ گردیمی پڑی ہوئی ہے اور وہ حسرت سے ان دوسرے بچوں کو دیکھ رہا ہے جو طبوسات فاخرہ پہنے ہوئے ہیں۔

اس نے اسی صفت میں دو نو عمر لڑکوں کو دیکھا کہ جو گزشتہ سال عید گاہ میں جوڑی پر سوار ہو کر آئے تھے اور اس مرتبہ کرایہ کا کیکہ بھی نہ تھا۔ معلوم ہوا کہ یہ اسی باپ کے بیٹے ہیں جن کو بیان خود کلیم نیاز مندانہ طور پر ہمیشہ عید کا سلام کرنے کے

نے دیا کرتا تھا۔ آج ان کے مرنے کے بعد ان بچوں کی یہ حالت ہے کہ نیا کونہ پایا جاتا نہ کہ میسر نہیں۔
خدا جانے ان کی تعلیم کیسے ہوگی۔ یہ بین بہائی میں کم از کم میں ہزار روپیہ اعلیٰ تعلیم
کے لئے دیکر رہو گا اور ابھی تک ان میں کوئی بڈل سے بھی آگے نہیں بھے کاش ان کو کوئی
پیشہ ہی سکھایا جاتا تاکہ عزت کے ساتھ قوت لبہری کر سکیں۔

یہ محترمہ دلا پانچ سو باہر کے نوکر تھے لیکن سارے تنخواہ لباس و دسترخوان
اور دیگر تمام کاموں کے لئے ہوتی تھی یہ غیبت تھا کہ قرضہ دے تھے ورنہ خانہ داری کا
سارا کام ان کے ہاتھوں میں تھا۔ ان کے والد بوجہ جاتا تھا تو ان میں کہیں جاؤ اور کسی سے ملو
یہ حالت نظر آئے گی کیا خیال۔ کوئی ایسا طریقہ اور ذریعہ ہوتا کہ ان معاش رکھنے
والوں سے ان کی آمدنی کا ایک حصہ لے کر اولاد کی تعلیم کے لئے جمع کیا جاتا
ہاں یہ بہر ممکن ہے جس کو نہ حکومت سے واسطہ دے اور نہ طاقت سے۔ یہ قوت
عقلیت بیویوں کے ہاتھوں میں ہے اور اس کی بھی مثالیں ہیں کہ کس طرح انہوں نے
زمانہ راجہ میں زمانہ تکلیف کا خیال رکھا ہے اور کس طرح اپنی بیوگی میں اپنے
بچوں کی تعلیم و تربیت کی ہے۔

(۷)

کلیم ان ہی مشاہدات خیالات میں تنگ تھا کہ اللہ اکبر، کی پر عظمت و
باجبروت آواز نے چونکا دیا۔ نماز ہوئی اور امام نے نمبر پر چڑھ کر خطبہ شروع کیا
ہزاروں آدمیوں کے اس مجمع میں شاید دو دو جن آدمی بھی ایسے نہ ہوں گے جو
اس خطبہ کو سمجھتے ہوں جس میں نصیحتیں ہی نصیحتیں بھری ہوئی تھیں اور جس کا سننا
واجب قرار دیا گیا تھا۔

(۸)

کلیم نماز پڑھ کر آیا تو ایک دوست کے بھان ایک نہایت پیارے بچے کو کہا

جواب دہان باپ کے زندہ ہونے کے بھی یتیم و یسیر تھا اور ایک نیک دل شخص خدا واسطے اس کا کیل بنا ہوا تھا۔ کیون برق بلان سنگ دل والدین پر نہیں گری اور شاہی جانتا ہے کہ کیون اس کا غضب نازل نہیں ہوا۔ یہ بچہ اپنی والدین کی نا اتفاقی کا شکار تھا اس نا اتفاقی کی بنیاد مان کی ضد اور فضول خرچی نے ڈالی تھی باپ نے غصہ میں دوسرا عقد کر لیا تھا اور اس طرح جو قصور والدین سے ہوا تھا اس کی سزا یہ معصوم بھگت رہا تھا۔ بہت سے گھڑیاں ہی جاہ ہوتے ہیں کہ بیویاں انجام پر نظر نہیں رکھتیں اور پھر تمام مصیبتیں جھیلتی ہیں حالانکہ ایسی مصیبتیں تھوڑے سے تحمل اور بردباری سے رفع ہو سکتی ہیں۔

غرض اب وہ ایک عجیب و غریب شخص بن گیا غور و خوض کا مادہ پیدا ہو گیا ہر واقعہ سے نصیحت حاصل کرتا ہر حادثہ اس کے لئے عبرت ہوتا خصوصاً انسانی فطرت کا مطالعہ اور اپنے اخلاق کی تنقید اس کا سب سے پیارا مشغلہ تھا۔

آدہ انسان یہ سب کچھ تھا مگر پھر وہی بادۂ اخلاق سے اس کا قائم و دائم گنگا جانا بہت سی نیکیوں کے ساتھ بہت سے برائیاں بھی کر جاتا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ شعائر اسلام کا پابند تھا جس کے بغیر انسان کے قلب میں سچی رافت حقیقی ہادی اور فتنہ و منکر سے احتساب ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ بھیجے کہ نیکیاں مضائع نہیں جاتیں اجر و ثواب ضرور ملے گا لیکن شعائر مذہب کو ترک کر دینے کی جوابدہی تو نہایت سخت ہوگی قومی ہمدردی کرنے والے، مرد ملت پر آنسو بھرا بیولے، اپنی دولت کو نیک کاموں میں خرچ کرنے والے ضرور اجر پائیں گے لیکن ترک صوم و صلاؤ کا کیا جواب دین گے۔

(۱۰)

کلم کو خدا نے اگرچہ کوئی دولت نہ دی تھی مگر تنخواہ اتنی تھی کہ جو متوسط حیثیت سے زندگی بسر کرنے کو کافی ہو سکتی ہے۔ دست غیب کا نشان نہ تھا۔ اس لئے اس کی جو آمدنی تھی وہ خالص اور پاک کمائی تھی۔ یہ تو خدا ہی کو معلوم ہے اگر اس کو موقع ملتا تو وہ اوپر سے بھی کچھ اڑاتا یا اس سے احتراز رکھتا کیونکہ اس وقت تو عصمت بی بی ازبے چاوری تھی۔ اس وقت جو کچھ ملتا اسی میں صبر شکر کے ساتھ بسر کرتا تھا البتہ اٹھ دس روپے ماہوار لائف انشورنس کی صورت میں بچاؤ تھا تحقیقت میں اوقات نصیبت اور عالم ضعیفی کے لئے ایسی متوسط آمدنی کے لوگوں کو مستر کینیون مین الاؤف انشورنس یعنی جان کا بیمہ کرالینا بڑا ہی مفید طریقہ ہے خواہ محو ادہمی کچھ نہ کچھ پس انداز کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اور بالآخر وہ اپنے آپ کو ایک معقول رقم کا مالک پاتا ہے اور اگر اس دوران میں مرے گا تو پس ماندوں کو ایک اچھی خاصی رقم مل جاتی ہے۔

کلم کی عمر اس وقت ۴۰ سے متجاوز ہو چکی تھی بیوی بچے بھی تھے جن کی آئندہ زندگی کی تکلیف و راحت صرف کلم کی مال اندیشی اور کفایت شعاری پر منحصر تھی مگر ہم جہاں اس کی سیریشی کی تعریف کرتے ہیں اور اس کے مصارف خیر کی داد دیتے ہیں وہاں یہ بھی ضرور کہیں گے کہ بعض دنوں میں وہ سرف بھول خرچ اور نا عاقبت اندیش بھی ہو جاتا تھا اور یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ اکثر تنگدست و مغموم ہوتا انسان بھی عجیب معجون مرکب ہے۔ با این ہمہ وہ کفایت شعاری پر جب تقریر کرتا یا کوئی مضمون لکھتا تو یہ معلوم ہوتا کہ اس سے زیادہ کسی نے نہ تو اس مسئلہ کا مطالعہ کیا ہے اور نہ اس سے زیادہ کوئی اس اصول کا کار بند ہے۔

(۱۱)

چند دن ہوئے کہ کلم کی حالت میں ایک عجیب انقلاب ہوا۔ اس زمانہ میں

اُس کی دماغی قوتوں میں انحطاط اور اعصاب میں اضطراب شروع ہو گیا تھا۔ کبھی کبھی بلکہ اکثر وہ ایک عمیق غور میں مبتلا نظر آتا تھا۔ اس کو اپنے ابتدائی زمانہ کا وہ لقا و جبکہ وہ وطن کی گلیوں میں کھیلا کودا کرتا تھا اور غریب بوڑھیوں کی کچھ خدمت کر دیا کرتا تھا جب کبھی ہوتا تو مسرت و رنج کی تنصاف کیفیت اس کے چہرہ پر نمایاں ہو جاتی اُس کا دل پڑمردہ تھا اور ایسا اُداس و نگین رہتا تھا کہ ہر شخص کو صورت دیکھنے سے ہمدردی پیدا ہو جاتی لیکن یہ عجیب بات تھی کہ اس پڑمردگی اور افسردگی کا باعث خود اس کو کبھی معلوم نہ تھا۔

ایک دن صبح کی ڈاک میں ایک خط پڑہ کر وہ اس قدر رویا کہ جو پاس بیٹھے تھے اُن کو یقین ہو گیا کہ کسی سخت موت کی خبر آئی ہے۔ مگر وہ ایک بے کس ہم وطن غور کا خط تھا جس نے اپنے غم کی کھانی لکھ کر کچھ مدد چاہی تھی۔

اسی زمانہ میں الفلوئسرا کا زور ہوا۔ کئی جوان جوان عزیزوں کو اپنے ہاتھ سے دفن کیا۔ کئی عزیز دوستوں کو مندر آخر تک پہنچایا۔ بہت سی ایسی موتیں دیکھیں کہ جن کے بعد زندہ بھی درگور ہو گئے۔ بہت سے بچے دیکھے جن میں کچھ یتیم و یتیم دونوں تھے وہ خود بھی مبتلا سے بن جا رہا۔ اپنے بچوں کی یتیمی کی تصویر نظروں کے سامنے آگئی پھر اپنے بعد اُن کی بے کسی اور تکلیفوں کا خیال بن جا رہا۔ زیادہ تکلیف نہ گئی۔ خدا خدا کر کے اس کو صحت ہوئی تو اُس نے اپنے دل میں ایک عزم اور حوصلہ پایا۔ وہ عزم و حوصلہ کیا تھا؟ یہ کہ اُس کی زندگی کا مقصد یواؤں اور یتیموں کی خدمت ہو گا۔ کاش کلیم اس عزم پر قائم رہے۔ وطن کی بہت سی بڑیاں، بہت سی بیویاں بہت سے غریب اور یتیم بچے اس کی ہمت اور حوصلہ کی تکمیل کا انتظار کر رہے ہیں ہاں ممکن ہے کہ وہ راحت و آرام کی زندگی ترک کر کے تکلیف اٹھا کر مصیبتیں جھیل کر اس ہمت و حوصلہ کا امتحان دے۔ اس کے لئے سہل ہے کہ وہ بہت تھوڑے عرصے سے

گھروں میں ایسی صنعتوں کو رائج کرے جن کو چار دیواری کی سپیان آسانی کے ساتھ کر سکتی ہیں۔ مگر کلیم اس امتحان میں اس وقت تک پورا نہیں اُتر سکتا جب تک کہ اس کی رفیق زندگی اور شریک رنج و راحت اس کی مددگار نہ ہو خدا و لون کو توفیق عطا کرے۔

پیغام شفقت ادیٹر

علیہا حضرت کوئن میری ملکہ معظمہ قیصر ہند نے اس جنگ عظیم کے خاتمہ پر جو شفقت آمیز اور بہادرانہ پیغام ارسال فرمایا ہے وہ ایسے جذبات سے مملو ہے کہ جس کا اثر ہمیشہ مستقل اور پائدار رہے گا۔

علیہا حضرت نے ہندوستانی عورتوں کے جذبات اور کاموں کی پوری پوری قدر فرمائی ہے اور اس طرح تحسین و شکر یہ ادا کیا ہے جس نے ہندوستانی عورت کے دل کو عزت اور مسرت کے سرور سے بھر دیا ہے۔

علیہا حضرت کے اس پیغام میں پورے طور پر نسوان ہند کے مستقبل کی جھلک نمایاں ہے اور اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ ان کی ترقی اور بہرہ روی کے کاموں میں سلطنت کی طرف سے نہایت سرگرمی کا اظہار کیا جائے گا۔ خداوند کریم اعلا حضرت ملک معظم قیصر ہند اور علیہا حضرت ملکہ معظمہ قیصر ہند کا ظل شفقت ہمیشہ رعایا سے ہند پر قائم و دائم رکھے۔

خواتین ہند کو نام علیہا حضرت ملکہ معظمہ کا پیغام اکرانی

کچھ عرصہ ہو امین نے سلطنت برطانیہ کی خواتین کے نام ایک پیغام بھیجا تھا جس میں شکریہ اور امید کا اظہار تھا۔ اب میں اسی سلسلہ میں خواتین ہند کے نام ایک

خاص پیغام بھیجتی ہوں۔ میرے الفاظ کو مختصر اور سادہ ہیں لیکن دل سے نکلے ہوئے ہیں۔

میں جانتی ہوں کہ اپنے ملک کے قدیم رسوم و رواج کے مطابق جن کا احترام ان کے لئے لازم ہے خواتین ہند یورپی اور صنعتی کاموں میں حصہ نہیں لے سکتیں جس طرح کہ دیگر حصص سلطنت میں ان کی ہنوں نے ایسے وقت میں اپنے گھروں کے اداس گوشوں میں حصہ لیا تھا جب کہ وطن کی حفاظت کیلئے ان کے بہادر مرد میدان جنگ کو چلے گئے تھے۔ ہندوستان کی عورتوں کو جدائی کی تھی اور یہ بہت برداشت کرنی پڑی ہے۔ اور انہوں نے اپنے دور افتادہ رشتہ داروں کی خبر نہ پا کر اور واقعات جنگ سے ناواقف رہ کر فکر و غم کے دن اور مہینے گزارے ہیں شدت جنگ کے دوران میں ان کی قوت برداشت کے متعلق مختلف اطراف سے مجھ تک ایسی خبریں پہنچی ہیں جنہوں نے میرے دل کو جذبات شکر و تحسین سے بھر دیا ہے۔ ان میں سے اکثر خواتین نے اس سے بھی زیادہ کر دکھایا ہے چنانچہ ایسے خطوط کی اطلاع ملی ہے۔ جن میں ہندوستانی خواتین نے میدان جنگ پر گئے ہوئے شوہروں بھائیوں اور بیٹوں کو تاکید سے لکھا ہے کہ جنگ میں بہادری کا ثبوت دین۔ مصیبت میں ہر سانچہ ہوں اور ملک اور بادشاہ کی وفاداری میں زندگی کو قربان کرنے میں ہی دریغ نہ کریں۔ تو ایچ ہند کے صفحہ عمدہ گذشتہ کی مستورات کی جانبازی اور شجاعت کے کارناموں پر ہر بین اور اس جنگ نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ جذبات ہی تک بدستور ہندوستان میں قائم ہے خواتین ہند ہمدردی و خیرات کے لئے بھی شہرہ آفاق ہیں اور میں اس حقیقت سے لاعلم نہیں ہوں کہ وہ اس بربادی سے بغایت متاثر ہوئی ہیں جو جنگ کے تباہ کن ہاتھوں نے بہت سے گھروں میں برپا کی ہے۔ غمیوں اور پیاروں کی امداد کرنے اور اپنے غریب بھائیوں کی مصیبت میں ان کا ہاتھ بٹالے میں وہ ہمیشہ مستعد رہی ہیں۔

مجھے اس بات سے مسرت حاصل ہوتی ہے کہ خواتین ہند کی ترقی و بہبودی کے لئے بہت سے حالات رونما ہو گئے ہیں اور میں ایسی ہر تجویز کو انتہائی دلچسپی اور ہمدردی کے ساتھ دیکھتی ہوں جس کا یہ مقصد ہو کہ تعلیم و تربیت حاصل کرنے میں ان کو زیادہ آسانی حاصل ہو۔ یا شفا خانوں یا ان کے گھروں میں انکو عورتوں کے ذریعہ پرکھنا مناسب طبی امداد ملے یا ان کے مفاد و عمل کا دائرہ وسیع تر ہو اور ان کو قانون کی مناسب حفاظت میسر آئے۔

آڈیٹر

بنت حاتم

حاتم کے لڑکے عدسی نے اسلام لانے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت پر جب کمر باندھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو قبیلہ ”ط“ سے لڑنے کے لئے روانہ کیا جب حضرت علیؓ بھونچے تو عدسی اپنی بی بی بیچون سمیت ملک شام میں بھاگ گیا مگر اپنی بھن سفا نہ کو نہ لیجا سکا۔ چنانچہ اس کو گرفتار کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائے تو اس نے آپ سے کہا کہ میرا باپ مرجحہا ہے اور کوئی میرا مددگار نہیں ہے آپ چاہیں تو مجھے او میرے ساتھیوں کو چھوڑ دیں۔ میرا باپ قوم کا سردار تھا غریبوں کی مدد کرتا تھا اور بڑے سیون کا خیال رکھتا تھا۔ لوگوں کی مصیبت دور کرتا تھا۔ بھوکوں کو کھانا دیتا تھا اور دنیا کی ہر ایک آفت میں اپنی قوم پر جان نثار کرنے کو حاضر رہتا تھا اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی شخص اس کے پاس کوئی حاجت لیکر آیا ہو اور اس نے ٹال دیا ہو۔ میں اس حاتم کی لڑکی ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے لڑکی یہ سب باتیں دراصل مسلمانوں کی ہیں اگر تیرا باپ زندہ ہوتا تو اس پر بھی ہم رحم کرتے یہ کھل کر آپ نے فرمایا کہ اچھا اس لڑکی کو چھوڑ دو کیونکہ اس کا

باپ شریفانہ اخلاق کو بہت پسند کرتا تھا پھر آپ نے سفانہ کی نسبت لوگوں سے فرمایا کہ اُس شریف آدمی پر رحم کرنا چاہئے جو ذلیل ہو گیا ہو اور اس فقیر پر جو دولت مند رہا ہو اور وہ عالم جو جاہلون میں بگڑ گیا ہو۔ پھر اُس کو چھوڑ دیا اور اس کے ساتھ سلوک کیا۔

سفانہ نے اجازت چاہی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کچھ دنا کرے۔ آپ نے اُس کو اجازت دی اور لوگوں سے کھا کاں لگا کر سنو یہ کیا کہتی ہے۔ سفانہ نے کھا۔ اللہ آپ کو نیک کام کا بدلہ دے اور بری باتوں سے آپ کو بچائے اور دولت مندوں کی دولت اور نعمت چھین لینے سے آپ کے دور رکھے بلکہ آپ غریبوں اور فقیروں کو دولت مند اور مالدار بنانے کا باعث ہوں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو چھوڑ دیا تو وہ اپنے بھائی عدی کے پاس گئی اور اُس سے کھا کہ بجائے اس کے تم قید ہو کر وہاں جاؤ اچھا یہ ہے کہ تم خود چلے جاؤ۔ میں نے رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ایسی باتیں دیکھی ہیں جس پر مجھے تعجب ہوتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ فقیروں سے محبت کرتے ہیں۔ بزرگوں کی قدر و منزلت پہچانتے ہیں اور آج تک اُن سے بڑھ کر سختی میں نے نہیں دیکھا اللہ اُن پر اور ان کی اولاد پر اپنا فضل و کرم رکھے بھن کی باتوں نے عدی پر کچھ ایسا اثر کیا کہ وہ اُسی وقت آنحضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ آپ ایک چادر پر حسن روئی بھری ہوئی تھی بیٹھے ہوئے تھے وہ عدی کے لئے بچھا دی اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بیٹھ گئے یہ اچھی خصلتیں دیکھ کر اسی وقت عدی مسلمان ہو گئے اور اُن کی عقلمند بھن سفانہ بھی مسلمان ہو گئیں۔

قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب
۳۳	گلدستہ		ترکیوں کے لئے مفید
۸	دعنا		کتابین
۱	سلم کی زندگی	۱۲	سعد (دیا) بہشتی جوہر
۶	تہذیب الاسلام	۱۰	حلیہ حاتم
۶	صراط المستقیم	۸	رسول عربی
۱	اتفاق و اتحاد	۴	کفایت شعاری
۶	حدیقہ الامثال	۳	عقیدہ بیگم
۳	تکمیل الطب (ہر دو حصہ)	۶	زنانہ خطوط
۱۲	ڈومیسٹک اکاؤنومی	۳	لاڈ لا بیٹا
۵	اوراق گل	۵	بنت الرسول
۳	حقائق الاسلام	۳	جمیلہ خاتون
۶	اثبات واجب الوجود	۶	نیاباوری خانہ
۳	برہان صریح	۳	چڑیا چڑے کی کہانی
۶	تعلیمات بہاء الدین	۱	چپ کی داد
۳	سائنس و فلسفہ	۲	لوری نامہ
	المشیر	۸	فیصل ڈائری
	منہج ظل السلطان بہوپال	۳	خباہان ادب
		۸	مشرق کتابین
			شاعر کا انتخاب

لال شربت لال شربت لال شربت

یہ بچوں اور پرسوتی کے لئے نہایت طاقت بخش دوا ہے قیمت فی شیشی ۱۲ محصول ڈاک ۶ روپے
 دیکھئے قمرہ شمس صاحبہ بنت مجاہد حسین صاحب ضلع دارنہ اخبار تہذیب نسوان مورخہ ۱۲ جولائی
 ۱۹۱۷ء میں کیا لکھتی ہیں۔ پیاری بہن عباسی بیگم صاحبہ تسلیم کل کے پرچہ اخبار تہذیب آپ کا مقصود
 معلوم ہوا کہ گو اشتہاری دنیا میں قدم رکھنے اور اشتہاری ادویات کے استعمال کرنے سے
 میں بھی سخت متغیر تھی۔ اور میں ہمیشہ سے ان کو نقصان مال اور صحت کا زوال برعکس سمجھتا رہا
 رنگی کا نور خیال کرتی تھی۔ مگر اس لال شربت نے واقعی لال رنگ کر کے لال و لال کر دیا
 میں آپ جی سنا تی ہوں جو تازہ تجربہ اور حال کا مشاہدہ ہے برخوردارِ ناری خیم النساء بیگم
 جس کی عمر اب پونے دو سال کی ہے۔ عرصہ تین ماہ سے نصیب اعدا ایسی لاغر ہوئی تھی
 کہ کوئی اس کے دشمنوں کو اثر بخش اور پروایوں کا سایہ اور کوئی سوکھا بینا نہ لگین
 پرانے خیالات کی بزرگواروں نے گنڈہ۔ تعویذ حضرات میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا
 بعض ضعیفہ الاعتقاد بہنیں اس معصوم بچی کے سایہ سے حذر کرنے لگیں۔ میں چونکہ بھوت
 پریت کی قائل۔ گنڈے تعویذ کی معتقد نہ تھی ہوئی اور نہ ہوں آخر کار ڈاکٹر ایس کے برمن صفا
 لال شربت باہوسی میں استعمال کرایا۔ جس کے فوری اثر نے دن بدن برقی اثر کا نمایاں کر دیا
 بالفاظِ انہی اب عزیزہ اپنی پوری طاقت اور اصلی حالت پر تین ہفتے ہی کے استعمال سے
 پہنچ گئی گویا۔ ایس کے برمن صاحب لال شربت بھوت۔ پریت۔ سایہ۔ پرچھاوان کے دور کرنے کے لئے
 مجرب تعویذ اور سوکھے پیر کے لئے سریع تاثیر نسخہ ہے۔ میں نے قصدمم کر لیا ہے کہ متواتر بارہ
 سال تک بلاناغہ شربت استعمال کراؤں گی۔ اس نے اپنی کرم بہن کے پریشانیوں کے دور
 کرنے کے لئے تعجب جی ہوں۔ کہ وہ بھی برخوردارِ ناری عطیہ بانو بیگم کو کم از کم دو شیشیاں ضرور پلائیں
 اور قدرت الہی مشاہدہ کرائیں اور نتیجے سے اطلاع بخشیں۔
 راقمہ شمس بنت مجاہد حسین ضلع دارنہ

لے کا پتہ ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

